بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فون ۴۴۹

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

روزنامہ الفضل ربوہ

یوم بدھ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

The Daily ALFAZL RABWAH

قیمت فی پرچہ ایک روپیہ

جلد ۶۸/۳۳ | ۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ ، ۷ تبلیغ ۱۳۵۸ ہش ، ۷ فروری ۱۹۷۹ء | نمبر ۳۱

اخبارِ احمدیہ

ربوہ ۶ فروری - حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی مرسلہ آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کو معدہ میں سوزش کی تکلیف ہے

احباب جماعت التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہر لحہ اپنی خاص تائید و نصرت سے نوازتا رہے - آمین

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی طبیعت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ عام طبیعت اچھی ہے لیکن سر میں درد ہے - احباب جماعت دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کامل شفا عطا فرمائے اور آپ کا بابرکت سایہ تا دیر ہمارے سروں پر سلامت رہے - آمین ؛

خطبہ جمعہ

اسلام آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ عقیدہ کے متعلق اس قدر حسین تعلیم دیتا ہے کہ وہ دُنیا کے لئے ایک نمونہ ہے

خدا تعالیٰ کا جو منصوبہ اس کائنات کے بنانے میں ہے انسانی زندگی میں جبر کا تصوّر اس کے خلاف ہے

مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر انسان کی زندگی کا بنیادی حق ہے اور اسی غرض کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے

دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا حصار تمہارے گرد ہمیشہ رہے اور اُس کے فرشتے تمہیں بھٹکنے سے ہمیشہ بچائیں

فرمودہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مؤرخہ ۲۹ فتح ۱۳۵۷ ہش ، ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء ، بمقام جلسہ گاہ مستورات ربوہ

(مرتبہ: مکرم ملک یوسف سلیم صاحب شاہد ایم - اے انچارج شعبہ زود نویسی ربوہ)

تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

اللہ تعالیٰ نے ہر دو جہان کو جو پیدا کیا تو ایک نقطۂ نگاہ سے یہ

مخلوق دو حصّوں میں بٹ جاتی ہے

ایک بڑا حصّہ تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کی منشاء کے مطابق، جو کہا جاتا ہے وہ کرتا ہے - اور دوسرا حصّہ وہ ہے کہ جسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو اپنے خدا کی بات کو مانے اور اگر چاہے تو اپنے رب کی بات ماننے سے انکار کر دے - یہ دوسری قسم کی مخلوق انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزادی دی گئی ہے -

انسان کے علاوہ ہر چیز جو ہے خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کہ وہ کرے، وہ کرتی ہے - فرشتوں کے متعلق قرآن کریم میں یہ آیا ہے یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ - جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہے کہ اس تعریف کے لحاظ سے انسان کے علاوہ ہر چیز ہی فرشتہ ہے اس معنی میں کہ جو ان کو کہا جاتا ہے وہ کر رہے ہیں - ہواؤں کو حکم ہوتا ہے وہ مان رہی ہیں - درختوں کو حکم ہوتا ہے پتّے گرا دو (ایک خاص موسم میں) وہ گرا رہے ہیں - کھیتوں کو حکم ہوتا ہے کبھی یہ کہ اچھی فصلیں اُگاؤ وہ اچھی فصلیں اُگا دیتے ہیں - کبھی خدا کہتا ہے کہ میں اس خطۂ ارض سے ناراض ہوں قحط کے آثار پیدا کر دو، زمین قحط کے آثار پیدا کر دیتی ہے، وہی زمین جو کچھ عرصہ پہلے اُن کے لئے کھانے کا سامان پیدا کر رہی ہوتی ہے -

اسلام دینِ فطرت ہے

اِس لئے جہاں تک انسان کا تعلق ہے انسانی زندگی میں جبر کا تصوّر خدا تعالیٰ کا جو منصوبہ اِس کائنات کے بنانے میں ہے، اس کے خلاف ہے - کیونکہ

اگر اللہ تعالیٰ انسان سے بھی جبراً اپنی بات منواتا تو ایک انسان اور ایک گدھے میں کوئی فرق نہ رہتا۔ یا ایک انسان اور ایک درخت میں یا ایک پتھر میں کوئی فرق نہ رہتا۔ اسلام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے اِس قدر حسین تعلیم آزادیٔ ضمیر کے متعلق اور آزادیٔ عقیدہ کے متعلق دیتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے۔ دنیا میں صرف مذاہب ہی نہیں جو مذہب کے نام پہ جبر کرتے ہیں یا جبر کو روا رکھتے ہیں بلکہ آزادیٔ ضمیر کے خلاف بہت سارے ایسے فلسفیانہ تخیلات بھی ہیں کہ جو جبر کو جائز سمجھتے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

اسلام اِس کی اجازت نہیں دیتا

اسلام نے جو ایک مثالی نمونہ قائم کیا اَوروں کے لئے، وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے کہا کہ دیکھو یہ دینِ فطرت —— یہ کامل ہدایت کا حامل دین —— اسلام —— ایک کامل کتاب آگئی اس سے زیادہ انسانی ضروریات کو پُورا کرنے والی، اس سے زیادہ انسان پر احسان کرنے والی، اس سے زیادہ انسان کو خدا تعالیٰ کے قُرب کی راہیں دکھانے والی دُنیا میں اَور کوئی تعلیم نہیں، صرف اسلام ہی ہے جس نے قُربِ الٰہی کے سارے کے سارے دروازے انسان پر کھول دیئے ہیں۔ لیکن دیکھو جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم (خدا کہتا ہے) اسلام کے تعلق میں بھی جبر کی تعلیم نہیں دیتے، جبر کو درست نہیں سمجھتے۔ جبر کو بُرا سمجھتے ہیں اور آزادی کا اعلان کرتے، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ عقیدہ کی ضمانت دیتے ہیں۔

اِس سلسلہ میں مختلف پہلو ہیں

جو قرآن کریم کی تعلیم ہے، قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ یونس میں فرماتا ہے :-

قُلْ يَآ يُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ج
فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ
فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ج وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ○

(آیت : ۱۰۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ تُو اُن سے کہدے کہ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے —"الحق"، کامل صداقت تمہارے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ اسلامی تعلیم کی شکل میں قرآن کریم کی شکل میں۔ پس اب جو کوئی اس کی بتائی ہوئی ہدایت کو اختیار کرے وہ اپنی جان ہی کے فائدہ کے لئے ہدایت کو اختیار کرتا ہے اور جو اِس راہ سے بھٹک جائے تو اس کا بھٹکنا بھی اس کی جان پر ہی ایک وبال ہوگا۔ اور کہدے کہ مَیں تمہارا ذمّہ دار نہیں ہوں تم نے خود اپنے لئے بھلائی کا سامان پیدا کرنا ہے یا اپنے لئے خدا تعالیٰ کے قہر کا سامان پیدا کرنا ہے۔ یہ میری ذمّہ داری نہیں – یہ ذمّہ داری ہر نفس نے خود ہی اُٹھانی ہے۔

اِس میں بتایا گیا ہے کہ ہدایت کی ہر راہ یعنی ہر وہ راہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کی طرف لے جانے والی ہے اس کی نشاندہی قرآن کریم میں کر دی گئی ہے۔

الحق آگیا

اِس پر چلنا —— اپنی مرضی سے —— یہ بندے کا کام ہے۔ یا اِس راہ کو اختیار نہ کرنے کا فیصلہ کرنا —— اپنی مرضی سے —— یہ ایک انسان کا اپنا کام ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کوئی ذمّہ داری ہے اور نہ آپؐ اِس سلسلہ میں کسی پر کوئی جبر کریں گے۔

سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ
مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ لا اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ
اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ○ (آیت : ۳۰)

لوگوں کو کہدے کہ یہ سچائی اور صداقت —— کامل شکل میں —— تیرے رب کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے۔ پس جو چاہے اپنی مرضی سے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے اس کا انکار کرے۔ ہاں

یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے

کہ یاد رکھو اگر تم اپنے نفسوں پر ظلم کرو گے اور تمہاری فطرت کے جو تقاضے ہیں اُن کو پُورا نہیں کرو گے اور ان راہوں کو اختیار کرو گے، جو تمہاری ترقی کی راہ میں روک بنتی ہیں، جو تمہیں تنزّل کی طرف لے جانے والی ہیں اور خدا سے دُور لے جانے والی ہیں تو یقیناً تمہیں خدا کا پیار اور خدا کے پیار کی جنتیں پھر نہیں ملیں گی۔ ایک آگ تیار کی گئی ہے —— اِس صورت میں —— تمہارے لئے جس کی چار دیواری نے تمہیں گھیرا ہُوا ہے۔

اِن دو آیتوں میں مخاطب کیا گیا ہے اُن لوگوں کو جن کے سامنے اسلام پہلی دفعہ پیش کیا گیا۔ اسلام آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی جو تبلیغ کی تو مخاطب جو تھے وہ غیر مسلم تھے اور اُن غیر مسلموں سے یہ کہا گیا کہ ایک صداقت ہے، ایک ہدایت ہے۔

خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی راہیں ہیں

تمہارے فطرتی تقاضوں کو پُورا کرنے والی ہیں۔ تمہیں خدا کا عبد بنانے والی یہ راہیں ہیں۔ یہ تمہارے سامنے مَیں رکھ رہا ہوں۔ اِس دائرۂ اسلام کے اندر داخل ہونا نہ ہونا یہ تمہاری مرضی ہے۔ اگر تم دائرۂ اسلام میں اعتقاداً اور دل کی تصدیق کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے اور اس کے مطابق تم عمل کرو گے تمہارا اپنا فائدہ ہے اور اگر تم ان راہوں کو اختیار نہیں کرو گے اور جو تمہاری بھلائی کی چیز ہے اس پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہو گے تو اس کا نقصان تمہیں پہنچے گا کہ جن راہوں کو پھر تم اختیار کرو گے وہ خدا سے دُور لے جانے والی اور خدا کی جہنموں کی طرف پہنچانے والی ہیں۔ ہر شخص کو یہ کہا گیا ہے کہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے

سارے دروازے تمہارے اُوپر کھلے ہیں

اور ان دروازوں پر کوئی دربان نہیں جو تمہیں اندر جانے سے روکے۔ تم نے فیصلہ کرنا ہے اور بے روک ٹوک تم ان کے اندر داخل ہو سکتے ہو۔

اسی طرح کوئی ایسی بیرونی طاقت نہیں جو تمہیں دھکّے دے کر یا خنجر دکھا کر یا تمہارے سروں پہ تلوار لہرا کر یا رائفلوں کا ڈراوا دے کر یا ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی دھمکی دے کر کہے کہ اِس دائرہ کے اندر جاؤ۔ ہم اِس کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہو، اسلام قبول کرنا چاہو اور اسلام کی طاعت کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھنا چاہو تو تمہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اگر نہ قبول کرنا چاہو اسلام کو تو تم پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی زبردستی تمہیں مسلمان بنا سکتا ہے اسلامی تعلیم کے مطابق۔ ویسے تو غلطی کرنے والے ہزار غلطیاں کر جاتے ہیں لیکن خدا نے جو قرآن کریم میں ہمیں ہدایت دی ہے وہ یہ ہے کہ کوئی طاقت ایسی نہیں جو

زبردستی کسی کو مسلمان بنائے

مَیں نے پہلے بتایا ہے کہ مقصدِ خُلق ہر دو جہاں یعنی ساری دُنیا جو خدا نے پیدا کی اِس خلق کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اگر انسان کو وہ آزادی نہ دی جائے جو اس میں اور فرشتوں کے درمیان مابہ الامتیاز پیدا کرنے والی ہے۔ اور دوسرے اِن آیات سے یہ پتہ لگتا ہے کہ کوئی طاقت ایسی نہیں ہے کہ تم کہو کہ ہم اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں اور وہ دروازہ روک کر کھڑی ہو جائے کہ نہیں، مَیں نے تو تمہیں مسلمان بننے ہی نہیں دینا۔ تم جتنا مرضی کہتے رہو کہ ہم مسلمان ہیں اور پُورے اخلاص سے اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے رہو لیکن وہ کہے مَیں تمہیں دھکّے دے کر دائرۂ اسلام سے باہر نکال دوں گا۔ کسی انسان کو خدا تعالیٰ نے (اسلامی تعلیم میں قرآنی شریعت کے اندر) یہ طاقت ہی نہیں دی، یہ اجازت ہی کوئی نہیں دی۔ اِس کو خدا تعالیٰ پسند نہیں کرتا بلکہ

ایک نہایت ہی بُرا فعل

جو خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہے سمجھا گیا۔ اور اِن آیات میں اعلان کیا گیا ہے کھُلے طور پر — کہ جو چاہے اپنی مرضی سے اپنے ایمان کا اعلان کرے اور جو چاہے اپنی مرضی سے یہ اعلان کرے کہ مَیں نہیں مانتا اسلام کو، مَیں انکار کرتا ہوں۔ ہر دو لحاظ سے جبر نہیں کیا جا سکتا۔ نہ جبراً کسی غیر مسلم کو مسلمان بنایا جا سکتا ہے نہ جبراً کسی مسلمان کو غیر مسلم بنایا جا سکتا ہے۔

ایک شخص اسلام لے آیا۔ وہ مسلمان بن گیا اِس کے بعد کیا اُس کے لئے دروازے کھُلے ہیں کہ اگر چاہے ایمان لانے کے بعد پھر انکار کر دے؟ کیا پھر جبر تو نہیں ہو گا کہ تمہیں ایک دفعہ سمجھ آ گئی حقّانیت کی، نور کی جو قرآن کریم میں پایا جاتا ہے، جو صداقت آئی اور حق آیا اُس کو تم نے پہچانا دلائل کے ساتھ نشان دیکھ کر، تو کیا اب باہر جانے کا دروازہ بند ہے یا کھُلا ہے؟ قرآن کریم سورہ بقرہ میں یہ کہتا ہے کہ:۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

(آیت: ۱۱۰)

اہلِ کتاب میں سے بہت سے لوگ بعد اِس کے کہ

حق اُن پر خوب کھُل چکا ہے

اس حسد کی وجہ سے جو اُن کی اپنی ہی جانوں سے پیدا ہُوا ہے چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لے آنے کے بعد تمہیں پھر کافر بنا دیں۔ پس تم اُس وقت تک کہ اللہ اپنے حکم کو نازل فرمائے انہیں معاف کرو اور اُن سے درگزر کرو۔ اللہ یقیناً ہر ایک امر پر پُورا پُورا قادر ہے۔

یہاں یہ بتایا گیا کہ جب لوگ مسلمان ہوں گے تو بہت سے زمانوں میں اور بہت سے علاقوں میں یہ واقعہ ہو گا کہ اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ اپنے حسد کی وجہ سے یہ کوشش کرے گا کہ تم دائرۂ اسلام سے باہر آ جاؤ اور باوجود اِس کے کہ نُور اور صداقت تم پر ظاہر ہو چکی ہے تم ایمان لانے کے بعد اس کا انکار کر دو۔ یہاں یہ نہیں بتایا کہ تمہارا ردِّ عمل کیا ہے۔ یعنی تم ان کی خواہش کے مطابق اپنے ایمان کا انکار کر رہے ہو یا نہیں۔ کھُلے الفاظ میں یہ نہیں بتایا لیکن جو اگلا حصّہ ہے آیت کا وہ یہ بتا رہا ہے کہ وہ زور لگائیں گے، تم نہیں مانو گے، وہ جبر کر رہے ہیں کہ تمہیں اسلام سے باہر لے جائیں مگر تم نے پھر بھی اُن پر

کسی قسم کا جبر نہیں کرنا

بلکہ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا اُنہیں معاف کرو اور اُن سے درگزر کرو۔ اللہ یقیناً ہر ایک امر پر پُورا پُورا قادر ہے۔ وہ اِن حالات کو بدل دے گا جیسا کہ شروع میں تو یہ حکم تھا کہ اگر وہ تلوار کے زور سے بھی اسلام کو مٹانا چاہیں (جیسا کہ انہوں نے عملاً ایسا چاہا) تو تلوار کے مقابلے میں بھی تلوار نہیں اُٹھانی۔ لیکن پھر بعد میں ایک وقت وہ آیا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہُوا:۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ○ (الحج آیت: ۴۰)

کہ اب ہم تمہیں ان کا ظلم انتہاء کو پہنچ جانے کے بعد اور

آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ عقیدہ

کے تحفّظ کے لئے اجازت دیتے ہیں کہ اُس وقت تک تلوار کے مقابلے میں تلوار چلاؤ کہ جب تک آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ عقیدہ پھر خدا کی منشاء کے مطابق انسانی زندگی میں قائم اور رائج نہ ہو جائے۔

سورہ بقرہ کی ایک دوسری آیت ہے اِس سے ملتی جلتی مگر اس میں کچھ زائد مضمون بیان ہُوا ہے۔ پہلی آیت میں یہ تھا کہ اُن کی خواہش ہے، یہاں یہ ہے کہ:۔

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ (آیت: ۲۱۸)

اور یہ لوگ، اگر ان کی طاقت میں ہو تو، تم سے لڑتے ہی چلے جائیں تاکہ تمہیں تمہارے دین سے پھرا دیں۔ تو اگر ان میں طاقت ہو تو وہ تلوار کے زور سے تمہیں

اسلام سے جبراً باہر نکالنے کی کوشش

کریں اور تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے تو وہ یاد رکھے کہ ایسے

لوگوں کے اعمال اِس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اکارت جائیں گے اور ایسے لوگ دوزخ کی آگ میں پڑنے والے ہیں۔ یعنی تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے تلوار سے ڈر کر یا مخالفتوں سے گھبرا کر اور اعلان کرے کہ اچھا میں اسلام چھوڑتا ہوں تو مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ تم میں سے وہ شخص جو اپنی مرضی سے یہ اعلان کرتا ہے کہ میں اسلام چھوڑتا ہوں، یہ ہے مرتد اسلام کی اصطلاح میں۔ اسلام کی اصطلاح میں مرتد وہ نہیں جس کے متعلق کوئی دوسرا کہتا ہے کہ اس نے اسلام چھوڑ دیا۔ اس کا تو ذکر ہی قرآن کریم میں کہیں نہیں۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ جو شخص اپنی مرضی سے یہ اعلان کرے کہ میں دین اسلام چھوڑتا ہوں (مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ) اور پھر جب (قتل یا صلیب پر لٹکائے جانے کے نتیجہ میں نہیں بلکہ) فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ کفر پر اس کی طبعی موت ہو تو یہ وہ لوگ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ کہ اِن دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی

اُن کے اعمال اکارت جائینگے

اور ایسے لوگ دوزخ کی آگ میں پڑنے والے ہیں یعنی جو شخص اپنی مرضی سے ارتداد کو اختیار کرتا ہے ــــ ایمان لانے کے بعد ــــ اس کی سزا وہی ہے جو کافر کی یعنی اس کی جو اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرتا ہے۔ اِس کے علاوہ انسانی ہاتھوں، دنیوی، سیاسی یا تنظیمی کسی سزا کا اِس جگہ ذکر نہیں اور نہ کسی اَور جگہ ذکر ہے۔

مَیں نے ساری آیات جہاں ارتداد کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے لے لی ہیں۔ بعض کے تو مَیں ترجمے صرف سُنا دوں گا تاکہ آپ کے ذہن میں یہ مضمون جو ہے وہ پُورا آجائے۔ سورہ محمدؐ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ○ (آیت ۲۶)

وہ لوگ جو ہدایت ظاہر ہونے پر پھر گئے شیطان نے اُن کا عمل اچھا کر کے انہیں دکھایا اور اُن کو جھوٹی امیدیں دلائی ہیں۔

یہاں بھی یہی بتایا

کہ جو شخص، اپنی مرضی سے، کمزوری کی وجہ سے یا بدقسمتی کی وجہ سے، یہ اعلان کرتا ہے (کہ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا) کہ میں ارتداد اختیار کرتا ہوں اور اسلام کو چھوڑتا ہوں، خود اپنی مرضی سے یہ اعلان کرتا ہے اور داخل ہونے کے بعد پھر وہ دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے حالانکہ وہ اس کو اچھی طرح سے سمجھ چکا تھا، ہدایت اس کے اُوپر ظاہر ہو چکی تھی تو الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ شیطان نے اُن کو اُن کا عمل اچھا کر کے دکھایا اور اُن کو جھوٹی امیدیں دلائیں جن جھوٹی شیطانی امیدوں پر بھروسہ کر کے دنیوی لالچ کے لئے انہوں نے ارتداد کو اختیار کیا اور جو شخص شیطان کا کہا مان کر جھوٹی امیدوں پر اپنے اعمال کی بنیاد رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ سے کسی خیر کی امید نہیں رکھا کرتا۔

سورہ مائدہ میں ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (آیت: ۵۵)

اے ایماندارو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو وہ یاد رکھے

کہ اللہ اس کی جگہ جلد ہی ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے، جو مومنوں پر شفقت کرنے والے ہوں گے اور کافروں کے مقابلہ پر سخت ہوں گے اور کافروں کا اثر قبول کرنے کے لئے کبھی اُن کی طبائع تیار نہیں ہوں گی۔

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور اپنے نفوس کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنی فطرت کو خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق اسلامی ہدایت کی روشنی میں ڈھالنے والے ہوں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ صرف خدا تعالیٰ کی خشیت اُن کے دلوں میں ہو گی۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے پسند کرتا ہے یہ فضل اُسے دے دیتا ہے اور اللہ وسعت بخشنے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

پھر سورہ النحل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (آیت: ۱۰۷)

اِس آیت سے پہلے یہ مضمون بیان ہُوا کہ جو لوگ اللہ کے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے

دردناک عذاب مقدر ہے

اور پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ بھی اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کریں سوائے اُن کے جنہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہو لیکن اُن کا دل ایمان پر مطمئن ہو وہ گرفت میں نہ آئیں گے۔ ہاں وہ جنہوں نے اپنا سینہ کفر کے لئے کھول دیا ہو اُن پر اللہ کا بڑا غضب نازل ہو گا اور اُن کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔

اِس میں ایک تو یہ اعلان کیا گیا کہ مذہب کا تعلق دل وسینہ کے ساتھ ہے کیونکہ کہا گیا وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا۔ اور جس چیز کا دل کے ساتھ تعلق ہو دنیوی مادّی طاقت اس دل کی کیفیت، دل کے احساس اور جذبہ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ عقلاً یہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ۔ ایک شخص ہے وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لایا، اس نے اسلام کی صداقت کے دلائل کو سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے نشان دیکھے

محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

کو قائم کرنے والے، لیکن پھر بھی اُس نے اپنی مرضی سے اعلان کیا کہ میں **محمّد** صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کرتا ہوں اور وہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہے کہ جن کے دل اِس قسم کے اعلان پر مطمئن نہیں ہوتے بلکہ وہ مجبور کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ اس قسم کا اعلان کریں اور بعض کمزوریوں کے نتیجہ میں وہ اِس قسم کا اعلان کرتے اور کمزوری کا اظہار کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا جو شخص ایمان لانے کے بعد اپنی مرضی سے یہ اعلان کرتا ہے کہ اُس نے اللہ کا کفر کیا، انکار کیا خدائے واحد و یگانہ کا، اُس خدا کا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا اس کا شرح صدر ہو گیا ہے یعنی اِس حالت میں اپنی مرضی سے اعلان کیا کہ اس کا

شرح صدر ہے کہ اسلام نعوذ باللہ سچا مذہب نہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے شخص پر جس نے اپنی مرضی سے ایمان لانے کے بعد ارتداد کو اختیار کیا

خدا تعالیٰ کا غضب

نازل ہوگا اور وہ غضب نازل ہوگا عذابِ عظیم کی شکل میں۔ اور عذابِ عظیم کے متعلق سب جانتے ہیں کہ بعض شکلوں میں اللہ تعالیٰ کی گرفت اِس دنیوی زندگی میں بھی آتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی اصل جزا اور سزا جو ہے دُنیوی اعمال پر وہ اُخروی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں جزا بھی اور سزا بھی۔

اور سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۣ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آیت ۸۶ تا ۹۰)

اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرنا چاہے تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس سے

ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا

اور آخرت میں وہ نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ پھر فرمایا جو لوگ ایمان لانے کے بعد پھر منکر ہوگئے ہوں حالانکہ شہادت دے چکے ہوں کہ یہ رسول سچا ہے اور نیز اُن کے پاس دلائل بھی آچکے ہوں انہیں اللہ کس طرح ہدایت پر لائے گا، وہ نجات کیسے حاصل کریں گے، خدا کے پیار کو کیسے پائیں گے۔ اور اللہ تو ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ اور فرشتوں کی اور لوگوں کی، سب ہی کی لعنت ہے۔ وہ اس لعنت میں رہیں گے، نہ تو اُن پر سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں ڈھیل دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں، اور اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ایمان لانے کے بعد اور شہادتیں اور دلائل دیکھنے کے بعد کہ خدا کا رسول صداقت پر ہے اور معجزات دکھائے ہیں اُس نے وحدانیت کو قائم کرنے کے لئے۔ ایسے شخص جو ایمان لانے کے بعد یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ایمان کو چھوڑتے اور کفر کی راہوں کو اختیار کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے

ورلی یا اُخروی زندگی

میں عذاب ملے گا۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا سوائے ان لوگوں کے جو اِسی دنیا میں تائب ہوجائیں، توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔ اگر اِس اعلان کے بعد کہ ہم مرتد ہوتے ہیں، ہم اپنی مرضی سے اسلام کو چھوڑتے ہیں، کفر کو اختیار کرتے ہیں اگر اُس وقت اِس کی سزا (قرآن کریم کی تعلیم میں) قتل کرنا ہوتا تو (اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا) اُن کے پاس توبہ اور اصلاح کا کوئی وقت ہی نہ ہوتا تو اِس آیت کے کوئی معنی نہ رہتے۔ یہ آیت بھی بتاتی ہے کہ اُن کو اِس زندگی میں مرتے دم تک یہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کریں اور واپس آئیں دائرہ اسلام میں اور اسلام کو قبول کریں اور خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہیں جو اگر قبول ہوجائے تو پھر وہ خدا جو (اَللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) غفور اور رحیم ہے ان کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا اور اُن کو معافی دے گا، اُن پر اپنی رحمتیں نازل کرے گا اور پھر سے اپنی رضا کی جنتوں میں اُن کو داخل کرے گا لیکن اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد کفر کی راہوں کو اختیار کرے اور توبہ اور اصلاح کا موقع اُسے نہ دیا جائے یعنی اُسے طبعی عمر تک زندہ نہ رہنے دیا جائے بلکہ قتل کر دیا جائے اور یہ موقع چھین لیا جائے کہ وہ اپنی مرضی سے توبہ کرے اور اپنی مرضی سے وہ اصلاح کرے تو

خدا تعالیٰ کی صفتِ غفور اور رحیم

تو (جس کا یہاں ذکر ہے) اس کے لئے معطّل ہوگئی اور اس سے تو وہ فائدہ نہ اُٹھا سکا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ○ (النساء آیت : ۱۳۸)

اور جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کر دیا، پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا، پھر کفر میں اور بھی بڑھ گئے، اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کر سکتا اور نہ انہیں کوئی نجات کا راستہ دکھا سکتا ہے۔

اِس آیت میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ ہر انسان کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا ہر دروازہ ہر انسان کے لئے کُھلا ہے اور اِس آیت میں

یہ اعلان بھی کیا گیا ہے

کہ ہر انسان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے جتنے دروازے ہیں ان میں سے جس دروازے میں سے چاہے باہر نکل جائے (ثُمَّ كَفَرُوْا) اور اپنے کفر کا اور ارتداد کا اعلان کر دے۔ تو جس طرح دائرہ اسلام کے اندر آنے کی راہیں اُس کے لئے کُھلی تھیں اسی طرح دائرہ اسلام سے باہر جانے کے دروازے بھی اُس کے لئے وا ہیں۔ پھر جب وہ باہر چلا گیا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر اُس کے لئے ممکن ہے (اسلامی تعلیم میں) کہ توبہ کرے اور واپس اسلام کے اندر آجائے؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ اٰمَنُوْا۔ ایک شخص ایمان لایا پھر اس نے اعلان کیا کہ میں تو مرتد ہوتا ہوں، اسلام کو چھوڑتا ہوں، کفر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کچھ عرصہ گزرتا ہے چھ مہینے، سال، دو سال، تین سال۔ اپنی زندگی کے اندر ہی اُس کو خدا تعالیٰ موقع دیتا ہے کہ وہ دوبارہ ایمان لے آئے۔ ثُمَّ اٰمَنُوْا پھر وہ دوبارہ ایمان لاتا ہے اور

دائرہ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے

دوبارہ ایمان لانے میں کوئی روک نہیں۔ دروازے اُسی طرح کُھلے ہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے جس طرح پہلے کُھلے تھے۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا۔ پھر وہ دائرہ اسلام کے اندر رہا، سال دو سال، جتنا عرصہ بھی رہا۔ اس کے بعد پھر اس کی بدبختی آئی اور اُس نے کہا کہ میں مرتد ہوتا ہوں دوسری دفعہ ثُمَّ كَفَرُوْا پھر اُس نے اعلان کیا

کہ میں نے خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کیا' اس کو اجازت ہے اسلام سے باہر نکلنے کی ـــ دوسری دفعہ بھی ـــ کوئی روک نہیں۔ اگر وہ چاہے ، کیونکہ کوئی جبر نہیں ہے ۔ آزادیٔ ضمیر بھی ہے اور آزادیٔ عقیدہ بھی ہے۔ پھر وہ کفر کرتا ہے اور پھر اس کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی (یعنی) دوبارہ اسلام میں آنے کی۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا۔ ایسے لوگ ہیں جو کفر میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ ان لوگوں کی مغفرت نہیں ہوگی اور ان لوگوں کو راہِ نجات نہیں ملے گی اور روحانی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اس آیت میں یہ اعلان کیا گیا ہے۔

لیکن وہ شخص جو ایمان لایا جس نے اپنی مرضی سے یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کی صداقت کو تسلیم کرتا ہوں' اسلام کا نور مجھ پر واضح ہوگیا اور خدا واقعہ میں واحد و یگانہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ میں خدا کے عبد اور رسول ہیں اور مسلمان کرنے کے لئے یہی ہوتا ہے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اور پھر قبل اس کے کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہو (یہ بڑی عجیب دعا ہے خاتمہ بالخیر کی یعنی اس کی موت ایمان کے اوپر واقع ہو۔ ثُمَّ کَفَرُوْا پھر اس کی بدقسمتی ایسی ہوئی کہ اس نے انکار کیا اسلام کا اور جس دروازے سے وہ اسلام میں داخل ہوا تھا اسی دروازے سے وہ باہر بھی نکل گیا، کیونکہ آزادی دی گئی اور خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے پھر آگیا اور اس کے اوپر زمانہ گزرتا گیا۔ ہفتوں کے بعد ہفتے ، مہینوں کے بعد مہینے ، سالوں کے بعد سال ، کوئی تعیین تو یہاں نہیں کی گئی اور قبل اس کے کہ اس پہلے کفر کی حالت میں یا کفر سے اگر وہ ایمان لایا تو پھر وہ اس کا دوسرا کفر بن گیا' اس کفر کی حالت میں ثُمَّ کَفَرُوْا میں جس کا ذکر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کفر کی حالت میں اس کی موت واقع ہو جائے' اللہ تعالیٰ نے

توبہ کی اس کو توفیق دی

(ثُمَّ اٰمَنُوْا) پھر وہ اسلام میں داخل ہو گیا جس دروازے سے وہ اسلام میں پہلے داخل ہوا تھا اور جس دروازے سے وہ اسلام سے باہر نکل گیا تھا اس دروازے سے پھر اسلام میں دوسری بار داخل ہو گیا توبہ کر کے۔ آزادی ہے تمہیں ، تم توبہ کرو۔ دوسری بار بھی اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ پھر کچھ مہینے یا سال گزرے ایمان پر لیکن پھر اس بدبخت انسان کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوا ایمان پر یعنی دوسری دفعہ جب وہ ایمان لایا ہے اس ایمان پر اس کا خاتمہ نہیں ہوا ، موت نہیں آئی ثُمَّ کَفَرُوْا۔ پھر اس نے اعلان کر دیا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں ، کوئی روک نہیں۔ جس دروازے سے تم دو دفعہ اسلام کے اندر داخل ہوئے تھے اور مسلمان بنے تھے وہ دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اس پر ایسے آدمی نہیں مقرر کئے خدا تعالیٰ نے جو تمہیں کہیں نہیں نہیں ! تم باہر نہیں نکل سکتے۔ باہر نکل جاؤ۔ (ثُمَّ کَفَرُوْا) اس نے اعلان کر دیا میں اسلام سے باہر جاتا ہوں اور پھر اس کو توبہ کی توفیق نہیں ملی اور اپنی

اصلاح کی توفیق نہیں ملی

اور بدبخت انسان کفر کی حالت میں مر گیا اور توبہ کا اس کو موقع نہیں ملا تو جب کفر کی حالت میں موت وارد ہوئی تو مغفرت کیسی ؟

وہ ایمان لایا' پھر انکار کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا اور اس کے لئے ایسے سامان پیدا کئے کہ وہ دوبارہ ایمان لائے۔ پھر وہ ایمان لایا پھر اس کی بدبختی اس کے آڑے آئی اور اس نے ارتداد کا اعلان کیا اور پھر قبل اس کے کہ اس کو دوسری دفعہ توبہ کی اور اصلاح کی توفیق ملتی' مر گیا ، لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ۔ ایسے لوگ جو ہیں جن کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا بلکہ ان کی موت وارد ہوتی ہے (ایمان کے بعد کفر اور کفر کے بعد ایمان اور پھر ایمان کے بعد) کفر کی حالت پر' لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ ان کے لئے مغفرت کا کیا سوال ہے۔ یہ اعلان کیا ہے قرآن کریم نے !

پھر سورہ آل عمران میں یہ ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا
کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ج وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ
الضَّآلُّوْنَ ۝ (آیت : ۹۱)

کہ جو لوگ ایمان لانے کے بعد اپنی مرضی سے ارتداد کی راہوں کو اختیار کریں اور کفر کریں

خدائے واحد و یگانہ

اور اللہ کے بزرگ ترین بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا پھر توبہ کی توفیق نہ پائیں اور اپنے کفر میں بڑھتے چلے جائیں اور ان کا خاتمہ بالخیر نہ ہو بلکہ کفر پر ان کی طبعی موت وارد ہو لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ وہ گمراہ ہیں۔

اور سورہ آل عمران آیت ۹۲ میں ہے :۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ
مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِ افْتَدٰی بِہٖ ط
اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝

جو چیز آیت ۹۱ میں واضح نہیں تھی اس آیت میں واضح ہو گئی ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہوں کو اختیار کیا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اور کفر کی حالت میں ان پر موت وارد ہو گئی۔ جو لوگ منکر ہو گئے اور کفر ہی کی حالت میں وہ مر بھی گئے' ان میں سے کسی سے زمین بھر کا سونا بھی جسے وہ فدیہ کے طور پر پیش کرے' ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب مقدر ہے دوسری زندگی میں اور وہاں ان کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔

تو یہاں بالکل واضح ہے کہ توبہ کا اور خدا تعالیٰ کے رحم کا دروازہ جو ہے وہ اس زندگی کی توبہ ہے ۔ وہ جو قرآن کریم میں آتا ہے کہ جس وقت موت

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

دیکھ رہی تھی اٰمَنْتُ بِرَبِّ مُوْسٰی ۔ یہ میرے الفاظ ہیں۔ قرآن فرماتا ہے

اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

کہیں موسیٰ اور اُس کی اُمت کے خدا پر ایمان لایا۔ وہ تو ایمان نہیں، توبہ نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ۔ جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوئے، کفر کی حالت میں موت وارد ہوگئی، خاتمہ بالخیر نہیں ہوا۔ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا۔ کتنا ہی بڑا وہ فدیہ دینا چاہیں تب بھی قبول نہیں ہوگا۔ فدیہ تو (عملاً) دے نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی اہمیت بتانے کے لئے کہا ہے کہ اگر یہ ساری زمین سونے کی ہوتی اور وہ اس کے مالک بھی ہوتے اور انہیں توفیق بھی ہوتی کہ وہ فدیہ بھی اسے دیدیں پھر بھی وہ جہنم کے عذاب سے نہ بچ سکتے۔

ان آیات سے جو چیزیں بالکل عیاں ہیں وہ یہ ہیں کہ اسلام نے آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ عقیدہ کی ضمانت دی ہے اور بڑے واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے ہر فرد واحد

خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ

ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہا کہ تم یہ اعلان کردو کہ میں وکیل نہیں ہوں، ذمہ دار نہیں ہوں تمہارا۔ ایمان کی ذمہ داری زید نے بکر کی نہیں اٹھانی بلکہ زید نے اپنے ایمان کی ذمہ داری اٹھانی ہے بکر نے اپنے ایمان کی ذمہ داری اٹھانی ہے، اور نہ کسی شخص کو مجبور کر کے مسلمان بنایا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو جبراً اسلام سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ نہ کسی کو زبردستی نماز پڑھائی جا سکتی ہے، نہ کسی کو جبراً نماز سے روکا جا سکتا ہے۔ نہ کسی کو جبراً خدائے واحد و یگانہ کا ذکر کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو جبراً خدا تعالیٰ کا ذکر نہ کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ خدا کا ذکر نہ کرو، اللہ کا نام نہ لو۔ اللہ اکبر نہ کہو۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہو۔ جو قرآن کریم نے دعائیں سکھائی ہیں وہ نہ کرو۔

جبر ہے ہی نہیں اسلام میں

اور یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے کسی ایک جگہ کسی ایک آیت، کسی ایک لفظ میں بھی کوئی دنیوی سیاسی یا انتظامی سزا ارتداد کی ہمیں نظر نہیں آتی۔ لیکن ہماری تاریخ میں بعض ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ ایک ہی شخص ارتداد کا بھی مرتکب ہوا اور مسلمانوں کے قتل کا بھی مرتکب ہوا اور مسلح بغاوت کا بھی مرتکب ہوا تو اب قاتل کو تو قتل کیا جاتا ہے، ساری دنیا کا یہی قانون ہے۔ کہیں کہیں لوگوں نے کوشش کی تھی کہ ایسا نہ ہو مگر کامیاب نہیں ہوئے اور مسلح بغاوت تو کچلی ہی جاتی ہے مادی طاقت کے استعمال کے ساتھ۔ اگر ایسے واقعات ہوں کہ ایک شخص یا ایک گروہ ان تین گناہوں کا مرتکب ہوا ہو یعنی ارتداد کا۔ اور

ارتداد کا مطلب ہے

اپنی مرضی سے اُنہوں نے یہ اعلان کیا ہو کہ ہم اسلام چھوڑتے ہیں۔ اپنی مرضی سے اپنی تلواریں میان سے نکالی ہوں کہ ہم مسلمانوں کی گردنیں اُڑائیں گے اور اپنی مرضی سے، نہ کسی کی مجبوری سے اُنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہو اور تین جُرم اکٹھے ہوگئے ایک شخص میں۔ اگر ایسے شخص کو جو تین جُرموں کا مرتکب ہوا ہے یہ سزا ملے کہ اُس کو قتل کے بدلہ میں قتل اور مسلح بغاوت کی سزا دی جائے کہ اس کے خلاف چڑھائی کر کے تلوار استعمال کی جائے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ قرآن کریم نے اس لئے ان کو قتل کی سزا دلوائی کہ انہوں نے اپنی مرضی سے انکار کیا تھا اور اسلام سے باہر نکل گئے تھے۔ وہ تو بڑے واضح طور پر مجرم بن گئے تھے قتل کے اور ان کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی تھی ہی نہیں، ارتداد کرتے یا نہ کرتے۔ یعنی ایسے لوگ اگر یہ اعلان نہ بھی کرتے کہ ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں، یعنی ارتداد نہ کرتے لیکن مسلح بغاوت کرتے یا وہ مسلمانوں کو قتل کرتے تو کیا سزا تھی ان کی سوائے اس کے کہ اِس کی سزا نہیں اُن کو بھی قتل کیا جاتا، اور تو کوئی سزا نہیں تھی اِس کی۔ تو اگر یہ جُرم نہ ہوتا تب بھی اُن کی یہی سزا تھی۔ جب یہ سزا ملی تو یہ ارتداد کی سزا کیسے سمجھ لی گئی؟

یہ ایک واضح اور مسلّمہ حقیقت

ہے کہ قرآن مجید ایک کامل اور مکمل کتاب ہے اس کے اندر کوئی نقص یا خامی نہیں کہ جسے پورا کرنے کے لئے ہمیں کسی تاریخی واقعہ یا کسی ضعیف حدیث کا سہارا لینا پڑے۔ اس واسطے جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے، جماعت احمدیہ عقیدہ رکھتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحیح فرمودات اور ارشادات جو ہیں وہ قرآن کریم کی کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد ایسا نہیں ہے جو قرآن کریم کے مخالف پڑا ہو اور نہ ہوا کی کہ قرآن کریم سے زائد کچھ ہمیں دے رہا ہو یا قرآن کریم کے بعض حصوں میں کمی کر رہا ہو، نعوذ باللہ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے قرآن کریم پر پورا عمل کر کے

دنیا کے لئے ایک احسن نمونہ

پیش کیا اُن پر یہ اتہام لگانا کہ انہوں نے قرآن کریم کے بعض حصوں پر عمل نہیں کیا بلکہ عمل نہ کرنے کی تلقین کی، اِس سے بڑا جرم میرے خیال میں تو کوئی ہو نہیں سکتا۔

پس جہاں تک آپ احمدیوں کا تعلق ہے آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ـــ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ ـــ اپنے رب کے عاشقِ صادق تھے۔ اتنا پیار کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب سے کہ اپنے ربّ میں فنا ہوگئے اور اسی واسطے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ باری کے مظہرِ اتم تھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن کریم کی عظمت اور جلال

کو جس طرح سمجھتے تھے وہ آپ کی زندگی ہمیں بتا رہی ہے کہ کوئی ایسا حکم نہیں جس پر آپ نے عمل کر کے نہ دکھایا ہو اور کوئی ایسی "نہی" نہیں (یعنی خدا تعالیٰ

کا یہ فرمان کہ یہ باتیں نہیں کرتی) کہ جس سے آپؐ نے اجتناب نہ کیا ہو۔ کامل نمونہ۔ قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنے والی ایک مقدس اور پاک اور مطہّر ذات۔ اس کے متعلق ہم احمدی یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ انہوں نے قرآن کریم کے خلاف کوئی بات ایسی کہہ دی ہو جو قرآن کریم میں ہمیں نہ ملے یا اس سے زائد۔ نہ زائد ملتی ہے اور نہ خلاف ملتی ہے۔ اور قرآن کریم میں آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ عقیدہ کی اتنی حسین تعلیم ہمیں دی گئی ہے کہ جیسا کہ شروع میں مَیں نے بتایا تھا یہ تعلیم ایک نمونہ ہے دنیا کے دیگر سب مذاہب کے لئے اور اُن مفکّرین کے لئے جنہوں نے اپنے اپنے اِزمز (isms) کی بنیاد ڈالی۔

دیکھو انسان یہ ہے۔ مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر اسکی

زندگی کا بنیادی حق

ہے اور اسی غرض کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اگر انسان آزاد نہیں، اگر انسانوں کو دوسرے انسانوں نے بھیڑ اور بکری کی طرح دھکیل کر اسلام کے دائرہ میں لے کر آنا ہے تو خدائے واحد و یگانہ کی طرف سے کسی عمل کی کوئی جزاء نہیں۔ کیا تم خدا تعالیٰ کو مجبور کرو گے کہ جو تم منافقانہ اعمال بعض لوگوں سے کروا رہے ہو وہ انہیں قبول کرے۔ خدا مجبور ہو جائے کہ اُن کو اپنے پیار سے نوازنا شروع کر دے یعنی زبردستی کسی کو مسلمان بنا لیا اور یہ اس کو یقین دلایا کہ تیرے دل میں تو اسلام نہیں لیکن دکھاوے کی نمازیں پڑھا کر خدا تجھے جزاء دے گا۔ خدا جو علّام الغیوب ہے اُسے اس کے نفاق کا پتہ ہی نہیں لگے گا؟ اُس کی دلی حالت کا پتہ ہی نہیں لگے گا؟ خدا؛ تو کہتا ہے کہ مَیں تمہارے دلوں کے

پوشیدہ رازوں سے بھی واقف

ہوں اور وہ جاہل ہوگا (نعوذ باللہ) ان باتوں سے۔ اور اگر اس کو پتہ ہوگا وہ جزاء کیسے دے گا ایسے اعمال کی۔ وہ تو ساری ریاء ہے، وہ تو منافقانہ ہیں حرکتیں اور اگر کسی ایسے شخص کو جس کے دل میں ایمان ہے اور ایمان پر شرحِ صدر ہے اور اخلاص ہے اور فدائیت ہے اور معرفت ہے اور عرفانِ صفاتِ باری ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہے اور اس پیار سے مجبور ہو کر وہ خدا تعالیٰ کی بات مانتا اور اس کی عبادت کرتا ہے تم ساری دنیا کی طاقتیں اکٹھی ہو کر کہو کہ ہم نے تمہیں اسلام سے باہر نکالا اور اب تمہارے ساتھ خدا پیار کا سلوک نہیں کرے گا اور تمہارے اعمال کی احسن جزاء نہیں دے گا تو خدا کو تم کیسے مجبور کر سکتے ہو۔ جو لوگ

نیک نیّتی اور خلوص

کے ساتھ اُس کے حضور کچھ پیش کرنے والے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتے رہیں گے۔ دُنیا جو مرضی کہتی رہے، جو مرضی سمجھتی رہے، اِس لئے دعا یہی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کبھی شیطان کو یہ توفیق نہ دے کہ وہ ہمارے دلوں میں کوئی وسوسہ پیدا کر سکے اور کھوٹ پیدا ہو جائے ہمارے دلوں میں اور ہمارے اخلاص میں، اور ہماری عبادات میں ریا اور نفاق نہ کہیں پیدا ہو جائے۔ اگر ہمارے دل خالصۃً خدا تعالیٰ کی محبت میں مگن ہیں اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی معرفت رکھنے والے ہیں اور اگر ہم نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ خدا کہتا ہے کہ نماز پڑھ اور اگر ہم کھانا اِس لئے کھاتے ہیں کہ خدا کہتا ہے کہ کھانا کھا۔ اگر ہم اپنی بیویوں سے حُسنِ سلوک اِس لئے کرتے ہیں کہ خدا نے کہا ہے کہ اُن کے ساتھ تم نے حُسنِ سلوک کرنا ہے ـــ اور محبت سکھانے کا پہلا مدرسہ تمہارا اپنا گھر ہے (عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) ـــ ہمارا ہر کام اگر

خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق

چلنے کی شدید خواہش کے نتیجہ میں ہے اور ہر کام سے رُکنا ہمارا خدا تعالیٰ کی خشیت کے نتیجہ میں ہے تو ہم نے خدا سے جزاء حاصل کرنی ہے۔ ہم نے انسان کے سامنے آسمانی نعماء کے لئے کشکول نہیں بڑھانا کہ اِس میں کچھ ڈال دو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مخلص نیک بندوں میں شامل کرے اور ہمیں ہمیشہ ہی اس راہ پر گامزن رکھے اور جن لوگوں کا ذکر اِن آیات میں آیا ہے کہ ایمان لائے اور ہدایت اُن پر ظاہر ہو گئی اور پھر اس کو چھوڑ کر باہر چلے گئے، اس گروہ میں ہم میں سے کوئی بھی کبھی شامل نہ ہو۔

ہم اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں۔ ہم نے کبھی ارتداد کا سوچا بھی نہیں۔ ہم اِس کو لعنت سمجھتے ہیں کہ ہماری زبان یہ کہے کہ ہم مسلمان نہیں۔ اور ہم نے خدا کو چھوڑ دیا اور نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سچا نہیں سمجھتے۔ وہ صداقت، وہ نُور جس سے ہم نے اپنی آنکھوں سے اِس دنیا کو منوّر پایا، اُس نُور سے ہم علیحدہ ہو جائیں اور ظلمات میں بھٹکتے رہیں یہ ہم سے کیسے ممکن ہے۔ مگر انسان کمزور ہے (یہ بھی درست ہے) اور خدا تعالیٰ کے سہارے کے بغیر اور اس کے فضل کے بغیر اُس کی رحمتوں کو اور اس کی برکتوں کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا حصار تمہارے گرد ہمیشہ رہے اور اُس کے فرشتے تمہیں بھٹکنے سے ہمیشہ بچائیں اور پھر آئی اس کے پیار کو تم حاصل کرو پھر اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی ؛

اُمراءِ اضلاع اور اُمراءِ جماعت کی توجہ کے لئے

امراءِ جماعت و صدر صاحبان جماعت ہائے احمدیہ نیز امراءِ اضلاع کی خدمت میں بطور یاد دہانی درخواست ہے کہ صدسالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کا پانچواں سال ختم ہونے میں اب صرف تھوڑا وقت باقی ہے۔ مہربانی فرما کر اپنی جماعت کا جائزہ لیجئے۔ ایک فرد بھی ایسا نہیں ہونا چاہیئے جس کی طرف سے اس کے کل وعدہ کا ۵/۱۵ حصہ رقم وصول نہ ہو جائے۔ نیز اگر کسی دوست کے ذمہ بقایا ہو تو وہ بھی وصول کرکے عند اللہ ماجور ہوں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

(سیکرٹری صدسالہ احمدیہ جوبلی)

خطبہ جمعہ

قرآن کریم ایک مکمل شریعت ہے جس نے انسانی حقوق کو واضح طور پر بیان کیا اور پھر انکی حفاظت بھی فرمائی

اس نے کھول کھول کر اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ انسان کو کامل مذہبی آزادی اور مکمل آزادئ ضمیر عطا کی گئی ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی اسی لئے ہوئی کہ مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے اور آزادئ ضمیر کی ضمانت دی جائے

یہی وہ تعلیم ہے جس کے حسن نے مسلمانوں پر انتہائی ظلم کرنے والے عربوں کے دل اسلام کے لئے جیت لئے تھے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۲ صلح ۱۳۵۸ ہش بمطابق ۱۲ جنوری ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

(مرتبہ مکرم ملک یوسف سلیم صاحب شاہد ایم۔ اے انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

میرا آج کا یہ خطبہ ۲۹ دسمبر کے خطبہ کے تسلسل میں ہے۔

ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے

کہ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مقام ہر دو جہان میں سب سے بلند و بالا ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ اور جو شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر نازل ہوئی وہ ایک کامل اور مکمل شریعت ہے۔ اور اس شریعت میں انسانوں کے حقوق کو واضح طور پر بیان بھی کیا گیا اور ان کی حفاظت بھی کی گئی ہے کیونکہ انسانی زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر چل کے حاصل ہوتا ہے۔ اور ہمارے ہاتھ میں جو قرآنِ عظیم دیا گیا اس کے سارے احکام جو ہیں وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہی دیئے گئے ہیں۔

قرآن کریم نے بنیادی طور پر انسان کا جو مقام انسان کو سمجھایا وہ یہ ہے کہ

کامل مذہبی آزادی اور مکمل آزادئ ضمیر

سے عطا کی گئی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت بھی دی گئی اور آپ کے مقام کو بھی نمایاں کر کے بنی نوع انسان کے سامنے رکھا گیا۔

اِس وقت میں بہت سی آیات آپ دوستوں کے سامنے رکھوں گا جن سے یہ مضمون واضح ہو کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ یعنی یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اِس لئے تھی کہ انسان کی مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے اور آزادئ ضمیر کی ضمانت دی جائے تاکہ اِنسان آزادانہ طور پر خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاکر اپنی مرضی سے، اپنی خواہش کے مطابق خدا تعالیٰ کے عشق اور محبت سے مجبور ہو کر خدا کی راہ میں ایثار اور قربانی پیش کرے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن کو اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہوا اِس طرح رکھ دے جس طرح مجبور ہو کر ایک بکرا قصائی کے سامنے اپنی گردن رکھ دیتا اور کٹوا دیتا ہے لیکن وہاں مجبوری ہے اور یہاں کامل آزادی۔

سورۂ انعام میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ○

(آیت ۶۷)

اور تیری قوم نے اِس پیغام کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان تک پہنچا تھا جھوٹا قرار دیا حالانکہ وہ سچا ہے۔ مگر تو ان سے کہہ دے کہ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے میں تمہارا (وکیل) ذمہ دار نہیں۔

وکیل کے معنے ذمہ دار کے، نگران کے، محافظ کے، حفیظ کے، جبراً معاصی سے روکنے والے کے ہیں، اور تفسیر کی کتب کے کچھ حوالے بھی میں نے اِس بات کو واضح کرنے کے لئے اکٹھے کئے اور اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آجاتی ہے کہ پہلے بزرگوں نے بھی اِس حقیقتِ پیدائشِ انسان کو واضح طور پر سمجھا اور اسے بیان کیا تھا۔

ایک تفسیر کی کتاب ہے "رُوح البیان"۔ اس میں

اِس آیت کی تفسیر

کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:۔

"لست علیلم بوکیل بحفیظٍ وکلّی الیّ امرکم لامنعکم من التکذیب و اُجبرکم علی التصدیقِ انّما انا منذر وقد خرجتُ من العُھدۃ حیثُ اخبرتکم بماسترونہٗ"
(تفسیر رُوح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۸)

کہ وکیل کے معنے ہیں حفیظ کے اور یہاں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ مَیں تمہارا محافظ نہیں اِس معنی میں کہ میرے سپرد تمہارا یہ کام کیا گیا کہ مَیں تمہیں روکوں تکذیب سے ۔ اِس آیت کے شروع میں "وکذّب بہٖ قومك" کا ذکر تھا۔ پس فرمایا کہ مَیں تمہارا محافظ نہیں اِس معنی میں کہ اس تکذیب سے تمہیں روکوں اور مجبور کروں تمہیں (تمہاری کراہت کے باوجود) کہ تم اس کی تصدیق کرو اس پر ایمان لانے کا اعلان کرو۔ اِنّما آنا منذر (مَیں محض ہوشیار کرنے والا، تنبیہہ کرنے والا، انذار کرنے والا ہوں۔ وقد خرجت مِن العھدۃِ حیثُ اخبرتکم بماسترونہٗ اور جو میری ذمہ داری ہے، جس کام کے لئے مَیں کھڑا کیا گیا ہوں، جس کا مَیں مکلّف ہوں، اس سے مَیں بَری ہو جاتا ہوں جب مَیں نے تمہیں کھول کر بتا دیا (اخبرتکم) کہ اگر تم تکذیب کرو گے اِس صداقت کی تو خدا تعالیٰ کا غضب تم پر بھڑکے گا اور جو مَیں انذاری باتیں بیان کر رہا ہوں ماسترونہٗ تم خود دیکھ لوگے کہ جو مَیں کہتا ہوں وہ درست ہے کہ تکذیب کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تم سے مؤاخذہ کرے گا۔

امام رازیؒ

اِس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"لست علیکم بوکیل ای لست علیکم بحافظٍ حتّٰی اجازیکم علی تکذیبکم واعراضکم عن قبول الدلائل"

مَیں تم پر وکیل نہیں اِس معنی میں کہ مَیں تمہارا محافظ بنایا گیا تا کہ مَیں تمہیں سزا دوں اور مؤاخذہ کروں تمہارے تکذیب کرنے پر اور جو دلائل تمہارے سامنے کھول کر بیان کئے گئے ہیں (جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے) ان سے اِعراض کرنے پہ تو عقوبت اور سزا دینا، یہ میرا کام نہیں ہے۔ اِنّما آنا منذر، مَیں صرف ہوشیار کرنے والا ہوں۔ واللہ ھو المجازی لکم باعمالکم اور مجازات اور مؤاخذہ جو ہے یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، یہ میرا کام نہیں ہے[1]۔

تفسیر رُوح المعانی (جلد ۳ جزء ۷ صفحہ ۱۸۲) میں "وکیل" کے معنے یہ کئے گئے ہیں کہ (لست علیکم بوکیل) ای بموکّلٍ کہ مَیں موکّل بنا کر نہیں بھیجا گیا تمہاری طرف۔ فوّض امرکم الیّ کہ تمہارے کام

تمہاری طرف سے مَیں کروں

یہ اس کے لغوی معنے ہیں یعنی کہ جو تم نے کام کرنا تھا وہ تم نہ کرو اور مَیں کروں، تم نے کام کرنا تھا دلائل سُن کے سوچ کے سمجھ کے اُن کو قبول کرکے۔ اُن کی برکات سے حصہ لینا، یہ تمہارا کام تھا میرے سپرد یہ نہیں کیا گیا کہ یہ کام مَیں زبردستی تم سے کراؤں۔ یہ تمہارا کام ہے، یہ تم نے ہی کرنا ہے اور نہ میرے سپرد یہ کیا گیا ہے (وکیل کے وہ کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں) کہ احفظ اعمالکم لاجازیکم بھا کہ مَیں تمہارے اعمال کی نگرانی کرتا رہوں کہ کیسے تمہارے گندے اعمال ہیں اور اچھے دیکھوں (لاجازیکم) کہ تمہیں سزا دوں اُن کی انّما آنا منذر مَیں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ ولم آلُ جُھداً فی الانذار اور انذار میں مَیں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ واللہ سُبحانہٗ ھوالمجازی اور اللہ سُبحانہٗ ہی جزاء دینے والا ہے۔ میرا کام نہیں ہے گرفت کرنا میرا کام صرف پہنچا دینا ہے، انذار کرنا ہے۔ رُوح المعانی میں ہے کہ زجاج نے اِس کے معنے یہ کئے ہیں کہ لَمْ اومر بحربکم یعنی یہ جو کہا ہے لستُ علیکم بوکیل اس کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اگر یہ تکذیب کریں تو تصدیق کروانے اور مومن بنانے کے لئے ان سے جنگ کرو اور تلوار کے زور سے اپنی بات منواؤ۔ لم اومر بحربکم ومنعکم عن التکذیب کہ ان سے جنگ کرو اور اِس بات سے انہیں روکو کہ خدا تعالیٰ نے ایک صداقت بھیجی ہے، تم اس سے رُک جاؤ اور تکذیب نہ کرو۔

ابنِ جریر نے یہ معنے کئے ہیں

یقول اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُل لھم یامحمّد اے محمد (صلعم) اُن سے کہو لستُ علیکم بحفیظٍ ولا رقیبٍ مَیں تمہارا محافظ اور رقیب نہیں ہوں۔ وَ اِنّما آنا رسولٌ ابلّغکم ما آرسلت بہٖ الیکم مَیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک پیغامبر، ایک رسول ہوں اور میرے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ جو صداقتیں خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے مجھ پر نازل کی ہیں وہ تم تک پہنچا دوں۔

ایک اَور تفسیر "المنار" ہے۔ یہ محمد عبدہٗ کی تفسیر ہے۔ چھپی ہے ۱۹۲۸ء میں۔ وہ درس دیا کرتے تھے اور محمد رشید رضا نے ان کو اکٹھا کر کے تفسیری شکل میں شائع کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ای قُل لھم ایّھا الرسُول اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تُو ان کو کہہ دے آنّنی لستُ بوکیلٍ مسیطرٍ علیکم مَیں تمہارے اُوپر نگران اور تم پر حاکم جبر کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ صرف تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ وہ کہتے ہیں فالوکیل ھو الّذی توکل الیہ الامور، وکیل وہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کے سپرد دوسرے کے کام کر دیئے جاتے ہیں۔ (وفی الوکالۃِ معنی السیطرۃ و التّصرّف) اور وکالت کے معنے میں جبر اور تصرّف کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے فمن جعلہ السلطان او الملك وکیلا لہٗ علیٰ بلادہٖ او مزارعہٖ پس اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا نمائندہ بنا دے، گورنر بنا دے اپنے کسی صوبے پر یا اپنی زمینوں کے کام اس کے سپرد کرے تو بادشاہ کی طرف سے "یکون ماذونا بالتصرف عنہ فیھا" تو بادشاہ کی طرف سے اس کو اجازت ہوگی کہ جو شاہی اقتدار لوگوں پر جبر کرتا ہے اُن کی غلطیوں کے اور کوتاہیوں کے نتیجہ میں، بادشاہ کا وکیل بھی ویسا کرے بادشاہ کی طرف سے اس کی نمائندگی میں۔ (والسیطرۃ علیٰ اھلھا) لیکن والرّسول مبلّغ عن اللہ تعالیٰ رسول خدا کا وکیل نہیں کہ خدا کی طرف سے لوگوں کو سزا دے۔ سزا دینا یا جزاء دینا اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ رسول مبلّغ عن اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مبلّغ بنا کے بھیجا گیا ہے جسے حکم ہے کہ لوگوں کو وہ باتیں پہنچا دو جو خدا تعالیٰ

[1] تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد ۴ صفحہ ۱۵

کی طرف سے لوگوں کو پہنچانے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ وہ "یذکر النّاس" لوگوں کو وعظ کرتا ہے، ویعلمھم ان کے علم میں وہ باتیں لاتا ہے، ویبشرھم ان کو بشارتیں دیتا ہے کہ اگر تم اِس ہدایت پر عمل کروگے تو اللہ تعالیٰ کے انعام پاؤگے، وینذرھم اور ان کو انذار کرتا ہے کہ اگر تم ان باتوں سے اِعراض کروگے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور اُس کی گرفت کے اندر تم آؤگے۔ ویقیم دین اللہِ فیھم اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ان میں اِس وعظ و نصیحت اور اِس تعلیم اور اس تبشیر اور اس انذار کے نتیجہ میں وہ قائم کرتا ہے۔ ھٰذہٖ وظیفتہٗ یہ ہے اُس کا کام۔ ولیس وکیلاً عن ربہ ومُرسِلِہٖ وہ رسول بناکے بھیجنے والے اللہ کی طرف سے اس کا نمائندہ نہیں اس معنی میں کہ خدا کی طرف سے وہ جزاء اور سزا دینے کا مالک بن جائے، رسول کا یہ کام نہیں ہے۔ ولا یُعطی القدرۃ (انہوں نے بڑی عجیب عقلی دلیل یہ (۱۱۰،۱۰۷) ہے) اگر رسول خدا کی طرف سے جزاء و سزا دینے کے لئے نمائندہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

جزاء سزا دینے کی قدرت

بھی اُسے عطا ہوتی۔ لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ساری مکّی زندگی میں آپؐ نے ایک مظلوم کی سی زندگی گزاری۔ ولا یعطی القدرۃ علی التصرّف فی عبادہٖ حتّٰی یجبرھم علی الایمان اجباراً ویکرھھم علیہ اکراھاً اور رسول کو اس کے مُرسِل ربّ کی طرف سے یہ قدرت عطا نہیں کی گئی کہ وہ خدا کے بندوں میں خدائی رنگ میں حکومت کرے اور اُن پر ایمان لانے پر جبر کرے، یجبرھم علی الایمان ایمان پر جبر کرے، یعنی ایمان لانے پر، ایمان پر قائم رہنے پر، ایمان کے مطابق عمل کرنے پر۔ تین شکلیں بنتی ہیں ایمان کے لفظ میں۔ تو اس پر سختی سے جبر کرنے کی نہ اجازت ہے نہ طاقت دی گئی ہے یا یکرِھھم علیہ اکراھًا وہ کراہت محسوس کرتے ہیں ان کے دِل نہیں مانتے مگر رسول ان کو کہے نہیں! تمہیں یہ کرنا پڑے گا۔ یہ اس کو نہیں کہا گیا۔ پھر آگے انہوں نے اِس تفسیر میں قرآن کریم کی بہت سی آیات اپنے بیان کی تائید میں لکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ

اور ان مفسّرین نے اس کے معنے یہ کئے ہیں کہ (۱) اِس میں ایک اصول بیان ہؤا ہے اور (۲) حکم ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ میں ایک اصول بھی بیان ہؤا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہوگا اور ایک حکم بھی ہے یہ اور اس کے پہلے مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہاں یہی معنے انہوں نے لئے ہیں کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ دین کے معاملہ میں اِکراہ نہیں کرنا جبر نہیں کرنا تم نے۔ فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ ٥ (الغاشیۃ آیت ۲۲) ہاں وعظ و نصیحت کرو کیونکہ تم مذکّر ہو، جبر کرنے والے نہیں ہو، وکیل نہیں ہو، محافظ نہیں ہو، حافظ نہیں ہو۔ لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ ٥ (الغاشیۃ آیت ۲۳) اِس کے معنے لُغت والے نے یہ کئے ہیں کہ لَسْتَ علیھم بمسیطر ٥ لست بمُسَلَّطٍ علیھم تجبرھم علیٰ ما ترید تُجھے مسلّط نہیں کیا گیا لوگوں پر کہ تُو اپنی مرضی لوگوں پر مسلّط کرے اور یہ کہ جسے تُو صداقت سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ قبول کریں اس کو قبول کرنے پر لوگوں کو مجبور کرے۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِجَبَّارٍ قف

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ٥ (سورہ قٓ آیت ۴۶)

جو شخص تیرے "انذار" سے ڈرتا ہے اس کو تم نصیحت کرو جو نہیں ڈرتا اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اور جو کفر اور تکذیب کی باتیں وہ کہتے ہیں ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ لَیْسَ عَلَیْکَ ھُدٰھُمْ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ یہ ہدایت حاصل کریں۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ط (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۳)

یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، یہ رسول کا کام نہیں ہے۔

تیرا کام صرف پہنچانا ہے

اور پھر لکھتے ہیں کہ وقیل الوکیل الحفیظ المجازی یہ بھی کہا گیا ہے کہ وکیل کے معنے ایسے حفیظ کے ہیں جس کے سپرد خدا تعالیٰ نے اس کے بندوں کو اُنکے گناہوں کے نتیجہ میں سزا دینے کا اختیار دیا ہو۔

یہ جو پہلی آیت میں نے لی جس میں 'لَسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ' ہے اس کے متعلق میں نے کھول کر یہ ساری باتیں آپ کو بتادی ہیں کہ وکیل کے یہاں کیا معنی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم)! میں نے وکیل نہیں بنایا یعنی خدائی کے وہ اختیار جن اختیارات کو استعمال کرکے میں نیکیاں کرنے والوں کو ان کا بدلہ اور بدی کرنے والوں کو ان کی سزا دیتا ہوں، یہ تیرے سپرد نہیں کیا۔ تیرا کام ہے پہنچانا۔ جو میں کہتا ہوں، جو میں نے تعلیم دی، جو میں نے ایک حسین لائحہ عمل نوعِ انسانی کے ہاتھ میں دیا، جو ایک کامل شریعت قرآن کریم میں آگئی اور انسان کے ہاتھ میں تیرے ذریعہ سے پہنچائی گئی —— اس کا پہنچانا تیرا کام ہے۔

قرآن کریم نے

سُورہ انعام میں ہی ایک دوسری جگہ

یہ فرمایا:۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکُوْا ط وَمَا جَعَلْنٰکَ عَلَیْھِمْ حَفِیْظًا ج
وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ ٥ (آیت ۱۰۸)

اِس (آیہ) سے پہلے جو مضمون بیان ہؤا وہ یہ ہے کہ تیرے ربّ کی طرف سے دلائل آچکے ہیں، جو اُن کو پہچانے گا اور قبول کرے گا، اُن کے مطابق عمل کریگا اُس کا فائدہ اُسی کی جان کو ہے اور جو کج راہی کو اختیار کرے گا اور قبول کرنے سے انکار کرے گا اس کو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ اور اِس سے چند آیات پہلے بھی آیا ہے وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ج جو تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہؤا اس کی اِتباع کرو۔ اِس میں ایک حکم یہ بھی ہے کہ بطور رسول کے، بطور مبلّغ کے دُنیا کی طرف اپنی رسالت کو یعنی جو تعلیم تجھے دی گئی ہے اُسے پہنچانا تیری ذمہ داری ہے، جو کام خدا تعالیٰ کے ہیں ان کے اندر دخل نہیں دینا۔ اِتَّبِعْ

---

[1] تفسیر المنار جلد ۷، ص ۵۰۱

مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ○ جو مشرک ہیں اُن سے اعراض کرو۔

اِتنی بڑی صداقت آگئی، توحید کے اتنے زبردست دلائل انسان کے ہاتھ میں دیدیئے گئے، وہ راہ بتادی گئی جس سے انسان خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا کر کے علیٰ وجہ البصیرت اپنے ربّ کو پہچان سکتا ہے، اِس کے باوجود جو شخص شرک کرتا ہے پھر بھی، اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ

ان سے اِعراض کرو

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا انہیں انکار اور شرک کی طاقت نہ دیتا اور وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تجھے اُن پر محافظ نہیں مقرر کیا اور نہ تُو اُن پر نگران ہے۔

سُورہ بنی اسرائیل میں ہے:۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۚ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ○ (آیت ۵۵)

اِس (آیہ) سے پہلے یہ مضمون ہے کہ شیطان انسان کا کُھلا کُھلا دشمن ہے اور وہ کوشش کرتا ہے (جیسا کہ بعض جگہ تفصیل سے بیان ہُوا ہے) کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی راہوں سے ہٹا دے اور گمراہ کر دے۔ اِس کے بعد فرمایا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ تمہارا خدا ہی جانتا ہے کہ کس شخص نے دِل سے خدا کے خلاف عَلمِ بغاوت بلند کیا اور کس شخص نے عاجزانہ طور پر اپنے وجود کو خدا کے سپرد کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو قبول کیا۔ یہ علم انسان کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ یہ علم کہ کوئی شخص واقع میں خدا تعالےٰ سے پیار کرنے والا ہے یا نہیں، یہ تو جس سے پیار کیا جاتا ہے وہی بتائے گا، مَیں اور آپ کیسے بتا سکتے ہیں۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ تمہارا ربّ تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو تم پر رحم کرے گا۔ جس کے متعلق وہ سمجھے گا کہ رحم کے قابل ہے اُس پر وہ رحم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں عذاب دیگا۔ اور اے رسول! ہم نے تجھے اُن کا ذمّہ دار بنا کر نہیں بھیجا جس کے معنے میں تفصیل سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔

سُورۂ زمر میں ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ○ (آیت ۴۲)

اِس سے پہلے ایک لمبا مضمون چلا آرہا ہے لیکن معاً پہلے یہ ہے کہ تم اپنی جگہ کام کرتے رہو مَیں اپنی جگہ کام کرتا رہوں گا۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کرے گا اور تم پر گرفت اس کی آئے گی اور دوسرے گروہ پر انعام نازل ہوں گے تو تم خود جان لوگے کہ کس کو رُسوا کر دینے والا اور دائمی عذاب ملتا ہے۔ اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے۔ اِس کے بعد کہا اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ ہم نے تجھ پر یہ کتاب یقیناً لوگوں کے فائدہ کے لئے حق اور حکمت کے ساتھ اُتاری ہے۔ سو جس نے ہدایت پالی صحیح اور حقیقی معنے میں، اُس کا نفع اُسی کی جان کو حاصل ہوگا اور جو گمراہ ہوگیا اُس کی گمراہی اُسی پر پڑے گی اور تُو اُن پر کارساز

کے طور پر، وکیل کے طور پر مقرر نہیں کیا گیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ مقام نہیں، آپؐ بھی وکیل، نگران اور محافظ نہیں۔ تو اَور کوئی آپؐ کے متبعین میں سے اگر ایسا دعویٰ کرے کہ مَیں "وکیل" ہوں اور مجھے خدا نے جبراً اسلام منوانے، اس پر قائم رکھنے کا اختیار دیا ہے تو اِس قسم کا دعویٰ بڑا ہی جاہلانہ دعویٰ ہوگا۔

پھر

سُورۂ شُوریٰ میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ○ (آیت ۷)

اِس آیت کے بعد جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قرآن نازل کیا تاکہ تُو لوگوں کو ڈرائے اور ہوشیار کرے، اور ہر ایک جان لے گا کہ اُس پر ایک قیامت آنے والی ہے اور قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو ہر ایک جان لے گا کہ وہ اُس گروہ میں شامل ہے جس پر جنّت کے دروازے کھولے گئے ہیں یا وہ اُس گروہ میں شامل ہے جس کو دوزخ کی طرف دھکیل کے لے جایا گیا ہے۔ یہ مفہوم ہے اُس آیت کا جو اِس کے بعد آتی ہے۔ جو آیت مَیں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا پناہ دینے والا بناتے ہیں اللہ نے ان کے خلاف پڑنے والے سب اعمال کو محفوظ کر چھوڑا ہے اور تُو اُن پر وکیل نہیں ہے۔ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ اُن کے اعمال کو محفوظ کرے اور اگر چاہے تو اُن کو پکڑے اور اُن پر گرفت کرے۔

پھر

سُورۂ فرقان میں ہے

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۗ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ○ (آیت ۴۴)

اِس سے پہلے جو مضمون بیان ہُوا ہے، وہ یہ ہے کہ جو منکر ہیں اس عظیم صداقت کے، وہ تجھے صرف ایک ہنسی اور ٹھٹھے کی چیز سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں اس شخص کو اَوروں کو چھوڑ کے اللہ نے رسول بنایا؟ اور کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے عقائد پر بڑی مضبوطی سے قائم ہیں، اگر ہم اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم نہ ہوتے تو ہمیں یہ شخص گمراہ کر دیتا یعنی مسلمان بنا لیتا۔ لیکن جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو پھر ان پر حقیقت کُھل جائے گی کہ یہ صداقت پر قائم تھے یا ضلالت پر قائم تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۗ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ○ اے رسول! کیا تُو نے اُس شخص کا حال بھی معلوم کر لیا جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا جیسا کہ آجکل یہ فیشن بنا ہُوا ہے ساری دُنیا کا (یورپ ہے، امریکہ ہے، سوشلسٹ، کمیونسٹ ممالک ہیں) کہ وہ خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ بعض ملکوں نے تو یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے عوام ہمارا خدا ہیں۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ پھر فرماتا ہے اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ○ کیا تُو اس شخص پر نگران ہے کہ تُو اسے جبراً گمراہی سے روکے؟

اس آیت کے متعلق بھی مَیں نے پُرانی تفاسیر دیکھیں، مضمون لمبا ہے مگر مَیں چاہتا ہوں آج اسے ختم کر دوں اِس لئے صرف ایک دو آیتوں کے متعلق مَیں نے

پُرانی تفسیروں کے بھی حوالے لئے تاکہ آپ پر یہ بات واضح ہو جائے۔

ابنِ جریر کہتے ہیں

" یقول تعالیٰ ذکرہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتے ہیں اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ یا محمّدُ علی ھٰذا حفیظًا فی افعالِہٖ"۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۱۹ صفحہ ۱۱)

کہ اے محمد صلعم کیا ہم نے تجھے نگران مقرر کیا ہے ایسے شخص کا جو نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنالیتا ہے؟ تو یہ استفہام ایسا ہے جو عربی محاورہ کے مطابق انکار کے معنی دیتا ہے یعنی تجھے نہیں بنایا وکیل۔ یہ ابنِ جریر نے کہا ہے۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے

کہ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا کے معنے ہیں کہ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ حَفِیْظًا کہ کیا تجھے ہم نے حفیظ بنایا ہے؟ یعنی نگران اور محافظ نہیں بنایا کہ تمنعہ عن الشّرک والمعاصی تُو لوگوں کو شرک سے منع کرے اور گناہوں سے انہیں بچائے۔ پھر لکھا ہے ای لست موکلا علیٰ حفظہٖ ان کو شرک اور معاصی سے بچانے اور محفوظ کرنے کا کام خدا نے تیرے سپرد نہیں کیا۔ ان کو آزادی دی ہے۔ بَلْ اَنْتَ منذر بلکہ تیرا کام صرف انذار کرنا ہے ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔ تیرا کام ہے اُن سے کہے کہ وحدانیّت، کائنات کی بُنیاد ہے اور دلائل دے، نشان دکھلائے، معجزات ظاہر کرے۔ اور معجزہ وہ ہے عقلِ انسانی جس کو EXPLAIN نہیں کر سکتی یعنی بتا نہیں سکتی کہ یہ کیسے ہو گیا سوائے اس کے کہ خدا نے ایسا کر دیا۔ لیکن تیرا کام یہ نہیں ہے کہ تُو شرک سے انہیں بچالے۔ اِس بات پر مکلّف نہیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہ آپؐ کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ گناہگار نہ بنیں۔

تفسیر (کبیر) رازی میں ہے

کہ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا ای حافظًا تحفظہ من اتباع ھواہٗ تجھے ہم نے یہ حکم نہیں دیا اور نہ یہ قدرت اور طاقت دی ہے اور نہ تجھے حافظ بنایا ہے کہ تُو انہیں محفوظ رکھے نفسانی خواہشات کی اِتّباع کرنے سے۔ ای لست کذٰلك کہتے ہیں اِس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ۔ اور جیسا کہ مَیں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ کے معنے کئے گئے ہیں لست بمسلط علیھم تجبرھم علیٰ ما ترید یعنی تُو نے جو ایک روشنی اور صداقت دیکھی سو دیکھی، جبر کر کے کسی کو منوانے کا کام تیرے سپرد نہیں کیا گیا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا مَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِجَبَّارٍ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِکراہ کرنے کی تجھے اجازت نہیں۔ جبر کر کے، مجبور کر کے ان کو اس طرف لانے کی تجھے اجازت نہیں[1]

"لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ" جو ہے یعنی وکیل نہیں بنایا یا وکیل نہیں ہے، مختلف پیرایوں میں اِس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں استعمال کیا ہے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا، سوال پیدا ہوتا تھا (جس کی طرف مَیں اشارہ کرتا آیا ہوں) کہ پھر کیا بنایا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تجھے رسول بنایا، تجھے مبشّر بنایا

[1] تفسیر کبیر امام رازی جلد ۶ صفحہ ۴۷۸

کہ جو ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ بجالائیں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرلیں اُن کو بڑے انعام ملیں گے۔ آپ لوگ گواہ ہیں کہ کتنے انعام ملتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور تجھے نذیر بنایا کہ دیکھو اگر خدا تعالیٰ کو ناراض کرو گے تو اس کے غضب کی آگ میں جلو گے (ابدی جہنّم کا تصوّر غلط ہے) اور تجھے رسول بنایا کے معنے ہیں تجھے پہنچانے والا بنایا، تجھے مبلّغ بنایا،

تیرا کام یہ ہے

کہ تُو بلاغ کرے، تُو لوگوں تک اس تعلیم کو پہنچا دے جو تیرے خدا نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے نازل کی ہے۔ اِس لئے قرآن کریم میں سے دوسرا لفظ جو مَیں نے منتخب کیا مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کے مفہوم کی وضاحت کے لئے وہ "اَلْبَلَاغ" کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ

سُورۂ آلِ عمران میں

فرماتا ہے:۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (آیت ۲۱)

اگر یہ لوگ تجھ سے جھگڑیں تو تُو اُن سے کہہ دے کہ مَیں نے اور اُن لوگوں نے جو میرے پیرو ہیں اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے اُن کو اور نیز اُمّیوں کو کہہ دے کہ کیا تم بھی فرمانبردار ہوتے ہو، مسلمان ہوتے ہو۔ پس اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں اور وہ بھی کہیں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو سمجھو کہ وہ ہدایت پاگئے اور اگر وہ مُنہ پھیر لیں تو تیرے ذمّہ صرف پہنچا دینا ہے۔ اگر وہ مُنہ پھیر لیں تو تیرا کام ختم۔ تیرے ذمّہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے اور اس سے تو کوئی چیز چُھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ آپ ہی ان سے نپٹے گا اور جب چاہے گا ان کو سزا دے گا۔

یہاں جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے مخاطب غیر مسلم ہے جس کے سامنے پہلی دفعہ اسلام رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ جھگڑا کر رہے ہیں، اُن کو کہا گیا ہے ہم ایمان لے آئے ہم مسلمان ہو گئے، تم بھی مسلمان ہو جاؤ، خدا تعالیٰ کے پیار کو، اُس کی محبّت کو، اس کی برکات کو، اس کی رحمتوں کو تم حاصل کرو گے۔

سُورہ مائدہ میں ہے اور یہاں مخاطب ہیں مومن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (آیت ۹۳)

اِس سے پہلے جو مضمون بیان ہؤا ہے چند آیات میں وہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! شراب، جُوّا، بُت، قرعہ اندازی کے تیر جو ہیں وہ ناپاک ہیں اور شیطانی کام ہیں ان سے بچنا چاہیئے۔ شیطان شراب اور جُوئے کے ذریعے سے عداوت اور کینہ ڈالنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکنا چاہتا ہے۔ کیا تم اللہ (تعالیٰ) کے ذکر اور نماز سے رُک سکتے ہو؟ ظاہر ہے مومن مخاطب ہیں۔ تو پہلی آیت میں تھا فَاجْتَنِبُوْہُ۔ مفسّرین کہتے ہیں وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ میں "واؤ" جو ہے یہ عطف فَاجْتَنِبُوْہُ پر ہے یہ مضمون اِس تسلسل میں چلتا ہے اور مخاطب مومن ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تم اللہ کی بھی اطاعت کرو اے مومنو! اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور ہوشیار رہو اور جن چیزوں سے روکا جاتا ہے اُن سے رُکو۔ اور اگر اس تنبیہ کے بعد بھی تم پھر گئے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

یہاں مخاطب چونکہ مومن ہیں

تَوَلَّیْتُمْ کے دو معنے ہیں

ایک عملاً پھر گئے یعنی ایمان اور صداقت کی راہوں کو اختیار کرنے کی بجائے نفاق، فسق اور بدعملی کی راہوں کو تم نے اختیار کیا، یہ بھی تولّی ہے کیونکہ جو حکم ہیں اُن کے خلاف کیا۔ اور یہاں تَوَلَّیْتُمْ کے معنے ارتداد کے بھی ہیں کہ اگر تم پھر جاؤ یعنی اعلان کر دو کہ یہ پابندیاں ہم اُٹھانے کے لئے تیار نہیں، ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں۔ جس طرح زکوٰۃ کی فرض ادائیگی کی وجہ سے اور ترکِ زکوٰۃ کی خاطر ارتداد اختیار کیا تھا عرب کے ایک حصّے نے (بعد میں بہت سوں نے توبہ کر لی) جس طرح آجکل ایک شخص یورپ میں مسلمان ہؤا اور ازدواجی رشتہ کے سلسلہ میں غیر اسلامی کام کر لیا اُس نے۔ جب اُس کو کہا گیا کہ اسلام تو یہ نہیں کہتا تو کہنے لگا کہ اِس قسم کی پابندیاں تو میرا دماغ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اتنا سخت ہے یہ مذہب اِس لئے مَیں اسلام کو چھوڑتا ہوں۔ تو فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ میں دونوں ہیں، نفاق یا فسق کی راہوں کو اختیار کر کے مُنہ پھیر لے والے یا علی الاعلان خود کہنے والے کہ ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم پھر گئے تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارے رسول پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ تمہیں زبردستی دائرۂ اسلام میں رکھے یا زبردستی تم سے نیک اعمال کروائے۔ ہمارے رسول پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ ہمارے رسول پر یہ ذمہ داری ہے کہ کھول کھول کے دین کی باتیں تمہارے کانوں میں ڈالے اور اپنی ذمہ داری کو وہ پورا کر رہا ہے۔

اِس آیت کی تفسیر ہیں

امام رازیؒ کہتے ہیں

"وھذا تھدید عظیم ووعید شدید فی حقّ من خالف فی ھٰذا التکلیف واعرض فیہ عن حکم اللہ وبیانہ یعنی انّکم ان تولّیتم فالحجّۃ قد قامت علیکم والرّسول قد خرج عن عھدۃ التّبلیغ والاعذار والانذار فامّا ماوراء ذٰلک من عقاب من خالف ھٰذا التکلیف واعرض عنہ فذالک الی اللہ تعالیٰ"[1]

امام رازیؒ نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس میں بڑی تہدید اور بڑی وعید ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اگر تم مُنہ پھیر لو تو یاد رکھو کہ رسولؐ نے کھول کھول صداقت کو بیان کرنے کی وجہ سے تم پر حُجّت پوری کر دی۔ آگے عمل کرنا یا نہ کرنا اس کی ذمہ داری رسول پر نہیں۔ والرّسول قد خرج عن عھدۃ التّبلیغ والاعذار والانذار اور جو ذمہ داری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری طرف سے تھی کہ وہ انذار کرے، اور وہ تبشیر کرے اور وہ تبلیغ کرے اور وہ کھول کھول کر خدا تعالیٰ کی صداقتوں کو تمہارے سامنے بیان کرے، وہ اس نے بیان کر دیں۔ قد خرج عن عھدتہ اور جو اس پر فرض تھا، جو ذمہ تھا اس کا، اس سے وہ آزاد ہو گیا، اس نے وہ پُورا کر دیا۔ اس کے اُوپر کوئی الزام نہیں آتا اس کے بعد۔ فامّا ماوراء ذٰلک جو اس کے علاوہ سزا دینا ان لوگوں کو من خالف ھٰذا التکلیف کہ جو اس نذار اور تبشیر وغیرہ کے بعد جو ذمہ داریاں سُننے والوں پر آتی تھیں جو انہوں نے ادا نہیں کیں اور مخالفت کی اور عمل نہیں کیا یا ارتداد کا اعلان کر دیا اُن کو سزا دینے کا جو سوال ہے فَذٰلِکَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے یہ رسول کا نہیں ہے ــــ رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے کُھل کے تبلیغ کر دی اور ہر چیز کھول کر بیان کر دی تو آپؐ نے اپنا وہ کام پُورا کر دیا جس کام کے لئے آپؐ کو بھیجا گیا تھا۔ آپؐ کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی مومن بنائیں، زبردستی نیک اعمال کروائیں، زبردستی دائرۂ ایمان کے اندر رکھیں اور زبردستی کریں کہ تمہیں اب مَیں نے یہ کہنے نہیں دینا کہ مَیں اسلام سے باہر نکل رہا ہوں۔ یہ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

ابنِ جریرؒ کہتے ہیں

فاعلموا (آیت میں ہے فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ) انّہٗ لیس علٰی من ارسلناہ الیکم بالنّذارۃ غیر ابلاغکم الرّسالۃ۔[1]

کہ یہ اچھی طرح جان لو کہ جس شخص کو ہم نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے (نذارۃ کے معنی انذار کے ہیں) انذار کے لئے اس کے اُوپر ذمہ داری سوائے ابلاغِ رسالت کے نہیں یعنی بحیثیت رسول اس کے اُوپر جو تعلیم نازل ہوئی ہے اس کا آگے پہنچا دینا ہے۔ اس کے علاوہ اَور کوئی ذمہ داری اس کی نہیں۔ وہ رسالت، وہ تعلیم الّتی ارسل بھا الیکم جو تعلیم بتاتی ہے "مُبَیَّنَۃً لکم بیانًا یوضح لکم سبیل الحق" جو تعلیم کھول کے بیان کرتی ہے کہ صداقت کا، حق کا راستہ کیا ہے۔ والطّریق الّذی امرتم ان تَسْلُکُوْہُ اور وہ کونسی راہیں ہیں خدا کو پانے کی جن پر تمہیں چلنا چاہیئے۔ تو یہ کام ہے رسالت کا۔ وہ تعلیم لایا۔ اس نے وہ راہیں بتا دیں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔ ع

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

یہ کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا۔ قرآن نازل ہؤا تھا تم تک قرآن پہنچا دیا۔ تمہیں کھول کے بیان کر دیا۔ اپنی صداقت کے لئے عظیم نشان دکھائے جو پھیلے ہوئے ہیں قیامت تک۔ اِس چودھویں صدی میں بھی بیسیوں خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان دکھائے جن کا پہلے علم دیا گیا تھا۔ اُس نے وضاحت سے بیان کیا صراطِ مستقیم کو اور اُس طریق کو جس پر چلنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ وامّا العقاب علی التولی اور مُنہ پھیر لینا، ارتداد اختیار کر لینا، کہنا ہم نہیں بات مانتے، جہاں تک اس کی سزا کا تعلق ہے والانتقام

---

[1] تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۶۵۸

[1] تفسیر ابنِ جریر جلد ۷ صفحہ ۲۴

المعصیۃ اور گناہ کی سزا دینے کا جہاں تک تعلق ہے فعلی المرسل دون المرسل، تو یہ ذمہ داری رسول بھیجنے والے کی ہے رسولوں کی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہے رُسل کی نہیں ہے۔ وھذا من اللہ تعالیٰ وعید لمن تولّٰی عن امرہٖ ونھیہٖ اور جو شخص خدا تعالیٰ کے اوامر سے مُنہ پھیرتا یا جن باتوں سے اُسے روکا گیا ہے اُن سے باز نہیں آتا یہ اُس کے لئے بڑی سخت وعید ہے۔

سُورۂ مائدہ میں ہے

مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ (آیت ۱۰۰)

اِس آیت سے پہلی آیت کے آخر میں ہے خدا تعالیٰ شدید العقاب بھی ہے اور غفور رّحیم بھی ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ رسول پر صرف بات کا پہنچانا واجب ہے۔ اور جو بات عملاً تم سے ظہور میں آجاتی ہے اور اس کو بھی جو تم سے ابھی عملاً ظہور میں نہیں آئی، اللہ خوب جانتا ہے۔ اور جہاں تک جزاء اور سزا کا تعلق ہے وہ خود تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا۔ ہمارے رسول کی سوائے بلاغ کے، سوائے صداقت کو کھول کے بیان کر دینے اور تمہیں سمجھا دینے کے اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

اِس آیت کی تفسیر میں

امام رازیؒ کہتے ہیں

کہ:۔

واعلم انه تعالیٰ لمّا قدم التّرھیب والتّرغیب بقولہٖ انّ اللہ شدید العقاب و انّ اللہ غفورٌ رّحیم۔

کہ جو پہلی آیت کے آخر میں تھا شدید العقاب۔ غفورٌ رّحیم تو یہ ترہیب، انذار، ڈرانا اور یہ رغبت دلانا، بشاشت پیدا کرنا، بشارت دینا کہ خدا تعالیٰ شدید العقاب بھی ہے اور غفورٌ رّحیم بھی ہے اِس کے بعد اتبعه بالتکلیف بقولہٖ وما علی الرّسُول اِلّا البلٰغ خدا تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا کہ خدا کے رسول کو کس چیز کا مکلّف بنایا جاتا ہے۔ کیا ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ اور یہ بتایا کہ اس کے اُوپر ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ کھول کر پہنچا دے، بلاغ۔ یعنی انّہٗ کان مکلّفا یعنی رسول کو مکلّف بنایا جاتا ہے بالتّبلیغ کہ وہ تبلیغ کرے۔ فَلَمَّا بَلَّغَ جب وہ اس ذمہ داری کو پورا کر دے اور کھول کھول کر ہر ایک کے سامنے صداقت کو بیان کر دے خرج عن العھدۃ اس نے اپنی ذمہ داری پُوری کر دی، اس کے اُوپر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ وبقی الامر من جانبکم باقی رہ گیا تمہارا معاملہ، تمہارا امر۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنَا عَالِمٌ مِّمَّا تُبْدُوْنَ وَمِمَّا تُكْتُمُوْنَ تو تمہارے ظاہر و باطن کو میں جانتا ہوں۔ فان خالفتم اگر تم جو صداقت آئی ہے اس کی مخالفت کرو زبان سے، دل سے، اپنے عمل سے، فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تو یہ نہ بھولنا آزادی تو ہے، کرو نہ کرو، یہ نہیں کہ نہیں کرنے دیں گے مگر یہ نہ بھولنا کہ خدا تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ وان اطعتم اگر تم نے صداقت کی جو باتیں سُنیں، جو پیار کے حصول کی راہیں تمہیں دکھائی گئیں ان پر تم چلے اور اللہ کی اطاعت کی تو جان لو اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

سُورۂ نحل میں ہے

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (آیت ۸۳)

اِس سے پہلے مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان بنایا، سُننے کے لئے اسے کان دیئے، معجزات ونشانات کو دیکھنے کے لئے اسے آنکھیں دیں، سوچ اور غور وفکر کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو دل دیا اور آسمانوں سے اتنی ساری نعمتیں نازل کیں اور اِس طرح اپنی عظمت کے نشان ظاہر کئے اور یہ سارا کچھ اِس لئے کیا گیا تاکہ اے انسان! تُو اس کا فرمانبردار بن جائے، یہ پچھلا مضمون ہے۔ یہ جو آیہ میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا فَاِنْ تَوَلَّوْا اگر کانوں کے ہوتے ہوئے، اگر آنکھوں کے ہوتے ہوئے اور دِل کے باوجود اور ان تمام بے شمار بے حد وحساب نعمتوں کی موجودگی میں بھی فَاِنْ تَوَلَّوْا وہ اب بھی پھر جائیں (اس کے مخاطب بھی غیر مسلم ہیں) تو اس کی وجہ سے اے نبیؐ! تجھ پر الزام نہیں آئے گا کیونکہ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ تیرے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے، اس سے زیادہ اَور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

سُورۂ نُور میں ہے

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (آیت ۵۵)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو اُس رسول پر صرف اُس کی ذمہ داری ہے جو اُس کے ذمہ لگایا گیا ہے (یعنی پہنچاؤ اپنی رسالت کو) اور تم پر اُس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے کہ تم ایمان لاؤ، زبان سے اقرار کرو اور دل سے تصدیق اور اپنے اعمال سے، اپنے جوارح سے اپنے ایمان پر مُہر ثبت کرو۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو اور حقیقی مسلمان بن جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے اور اِس دُنیا میں اور اُخروی زندگی میں کامیاب ہوگے۔ اور رسول کے ذمہ جو بات لگائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ کھول کر تمہارے پاس پہنچا دے۔ رسول کی بحیثیت رسول یہ ذمہ داری ہے کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دے۔

یہاں مخاطب جو ہیں وہ کمزور مسلمان اور منافق ہیں۔ اور یہاں بھی فَاِنْ تَوَلَّوْا میں فسق کی تولّی بھی ہے اور اعلانِ ارتداد بھی آجاتا ہے۔

سُورۂ عنکبوت میں ہے

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (آیت ۱۹)

اگر تم میری بات کو جھوٹا قرار دو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تم سے پہلی قوموں

نے بھی اپنے رسُولوں کو جُھٹلایا تھا اور رسول کا کام تو صرف کھول کھول کر پہنچانا ہوتا ہے زبردستی منوانا نہیں ہوتا۔

اور

سُورۂ شوریٰ میں ہے

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ (آیت ۴۹)

اِس سے پہلے یہ تھا اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ جو تمہارے سامنے صداقت آئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا خدا کا کلام اور خدا کی شریعت کو، اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ اور انہوں نے کہا یہ صداقت ہے اِس پر ایمان لاؤ تو ایمان لاؤ کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ تم ایمان لاؤ اور ترقی کرو اور اپنی حیات کا مقصد حاصل کرو۔ آگے فرماتا ہے فَاِنْ اَعْرَضُوْا ان کو کہا گیا تھا اَسْتَجِيْبُوْا قبول کرو، اگر وہ قبول نہ کریں بلکہ اعراض کریں فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا تو تجھے ہم نے نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ تجھ پر صرف پہنچا دینا فرض ہے، اس سے زیادہ کوئی فرض نہیں۔

پھر

سُورۂ تغابن میں ہے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (آیت ۱۳)

اور اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ لیکن اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر صرف کھول کر بات پہنچا دینا ہی فرض ہے۔

یہاں جو مضمون بیان ہوا ہے وہ اسی سُورۃ کی اَور بہت سی آیات میں بھی بیان ہوا ہے۔ مَیں اسے مختصراً بیان کروں گا۔ پہلے کہا گیا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (آیت ۹) حکم ہے بنی نوعِ اِنسان کو کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اِس کے بعد فرمایا وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ (آیت ۱۰) جو شخص ایمان لے آئے تو اس کے متعلق بتایا کہ اس کو خدا تعالیٰ یہ جزاء دے گا یعنی پیار کی جنّتوں میں اسے داخل کرے گا۔ پہلے کہا ایمان لاؤ پھر کہا جو ہماری بات مان کے ایمان لے آئیں گے ان کے ساتھ پیار کا یہ سلوک ہوگا۔ پھر کہا کہ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آیت ۱۱) جو ایمان نہیں لائیں گے ان کو دوزخ میں بھیجا جائے گا، یہ سلوک ہوگا ان کے ساتھ۔ پھر کہا وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ (آیت ۱۲) کہ جو شخص ایمان لاتا ہے اُس کے دِل کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے، صحیح اور سچّا ایمان، جو قلبِ سلیم کے اندر گُھستا اور اُس کی زندگی میں ایک اِنقلابِ عظیم بپا کرتا ہے۔

یہ ہے اِسلام کا مفہوم

(وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ)۔ پھر کہا وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ یہ جو عظیم نعمت کہ انسان کا دِل خدا تعالیٰ کی ہدایت سے پُر ہو جائے یہ تبھی تمہیں حاصل ہو سکتی ہے کہ خدا کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، کامل طور پر خدا کے حضور جُھک جاؤ، اپنا سب کچھ اسے پیش کر دو، تو تم اُن لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا ہے يَهْدِ قَلْبَهٗ۔ لیکن فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ مومن یہاں مخاطب ہیں اور وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ کے بعد یہ کہا اگر تم پھر جاؤ، مُنہ پھیرو تو اس پھر جانے سے مُراد نفاق و فسق کا پھر جانا بھی ہے اور ارتداد کا پھر جانا بھی ہے۔ بڑا واضح ہے یہ مفہوم۔ یعنی چاہے تم عملاً اسلام کی راہوں کو چھوڑ دو، چاہے اعلان کرو کہ ہم اسلام کی راہوں کو چھوڑ رہے ہیں، ہر دو حالت میں تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے رسول پر نہ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے کوئی ذمّہ داری ہے اور نہ اِس وجہ سے کوئی الزام ہے آپؐ پر۔ اور نہ تمہارے اسلام چھوڑنے کے نتیجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یا آپؐ کے ماننے والوں پر کوئی الزام آتا ہے۔ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ جو فرض ہم نے اپنے رسول پر عائد کیا ہے وہ صرف کھول کر ہماری بات کو بنی نوع انسان کے کانوں تک پہنچا دینا ہے۔

اور سب سے آخری آیت جو مَیں نے منتخب کی ہے آج کے لئے، وہ

سُورۂ رعد کی آیت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ○ (آیت ۴۱)

اور جس عذاب کے بھیجنے کا ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں (یہ پہلے اس کا ذکر آرہا ہے) اگر ہم اس کا کوئی حصّہ تیرے سامنے بھیج کر تجھے دکھا دیں تو تو بھی اُن کا انجام دیکھ لے گا، اور اگر ہم اُس گھڑی سے پہلے تجھے وفات دے دیں تو تجھے مابعد الموت اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کیونکہ تیرے ذمّہ ہمارے حکم اور پیغام کا صرف پہنچا دینا ہے اور ان کا حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ۔

یہاں

خُدا تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے

کہ پہنچانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، حساب لینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں، حساب لینا میرا کام ہے یعنی خدا کا کام ہے۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس ماں نے ایسا بیٹا جنا ہے جو کہے کہ میرا کام حساب لینا ہے، خدا کا کام حساب لینا نہیں ہے۔

اِس کے متعلق تفسیر رازی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ سواء اريناك ذالك او توفيناك قبل ظهوره کہ جو انذاری پیشگوئیاں ہیں وہ تیرے سامنے ظاہر ہو جائیں اور عذاب آجائے یا تیری وفات کے بعد ہوں پس ایک ہی بات ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انذاری پیشگوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں کرتے اور نہ بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ یہ ذمہ داری کہ کسی سچے مومن، مخلص، ایثار پیشہ کے حق میں بشارت دیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں ہے۔ (یہ اچھی طرح سُن لیں) اور یہ کہنا کہ جو انکار کر رہا ہے، جو مخالفت کر رہا ہے، جو شرک کر رہا ہے، جو فسق میں پھنسا ہوا ہے، جو خدا سے دُور چلا گیا، جس نے خدا کو ناراض کر لیا، اُس کو یہ عذاب پہنچے گا، یہ انذاری پیشگوئی کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں۔ یہ کسی بھی بندہ کا کام نہیں ہے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے پیشگوئی کی، ہم اپنے وقت پر پُوری کر دیں گے، تیرے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ذالواجب علیك جس چیز کا تیرے ساتھ تعلق ہے اور تجھ پر ہم نے فرض کیا ہے وہ ہے تبلیغ احکام اللہ تعالیٰ و اداء امانتہ ورسالتہ کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو دُنیا تک پہنچانا اور جو امانت خدا تعالیٰ نے تیرے سپرد کی ہے اور اپنی رسالت کی ذمّہ داریوں کو ادا کرنا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت رسالتِ عظمیٰ ہے، آپؐ سب رسولوں سے افضل ہیں) اس رسالت کا لوگوں تک پہنچانا، اس کی تبلیغ کرنا یہ آپؐ کا کام ہے۔ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ یہ ہے امام رازیؒ کی تفسیر۔

رُوح البیان میں

اس کو مزید کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تبلیغ، بلاغ پہنچانا جو ہے علیك البلٰغُ ای تبلیغ الرّسالۃ واداء الامانۃ لاغیر کہ صرف یہ ہے کام۔ اس کے علاوہ اور کوئی فرض ہی نہیں رسول کا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اپنی رسالت کی جو امانت سپرد کی گئی ہے (امانت مختصراً آپ سمجھ لیں کہ قرآن کریم کی ساری شریعت جو ہمارے ہاتھ میں قرآن دیا گیا، وہ امانت ہے) اس کو پہنچانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرض تھا یعنی قرآن کریم کو مکمل اور کامل شریعت بغیر ایک لفظ کی تبدیلی کے بنی نوع انسان کے ہاتھ میں دینے کا فرض وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس خوبی سے انجام دیا (بے شمار صلوات اور سلام ہوں آپؐ پر) کہ قیامت تک اس کے اندر ہر قسم کی تبدیلی، کمی اور بیشی کے دروازے بند کر دیئے۔ بڑی محفوظ کتاب ہے۔ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ بنایا خدا تعالےٰ نے اپنے وعدوں کو پُورا کرنے کا، جس طرح اور بہت سے وعدوں کے پُورا کرنے کا بنایا۔

آپؐ کا فرض تو تبلیغِ رسالت اور اداء الامانۃ ہے لاغیر اس کے علاوہ کوئی فرض نہیں آپؐ کے اُوپر جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے۔ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ۔ اور یہ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں ہمارے ذمہ ہے حساب کرنا ان کا ای مجازا تھم یوم القیامۃ۔ قیامت کے دن ان کا مؤاخذہ کرنا اور ان کو ان کی بدیوں کی سزا دینا۔ حساب کے یہاں یہ معنی ہیں۔ عَلَیْنَا الْحِسَابُ خدا کہتا ہے کہ

حساب لینا ہمارے ذمّہ ہے

یعنی قیامت کے روز ان کی بدیوں کی، سیّئات کی سزا دینا لا علیك یہ تیرا کام نہیں ہے ان کی بدیوں کی سزا دینا۔ اس واسطے فلا یھمنك اعراضھم اور اگر اعراض کرے کوئی تو اس کا کوئی خیال نہ کرو کہ یہ میری ذمّہ داری تھی۔ یہ کیا ہو گیا کہ یہ تو مان نہیں رہے۔ تمہاری کوئی ذمّہ داری نہیں منوانا۔ ولا تستعجل بعذابھم اور عذاب دینا جو ہمارا کام ہے اس میں بھی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی حکمتِ کاملہ سے جب وقت آئیگا ہم دے دیں گے۔ اور رُوح البیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ "التّاویلات النجمیہ" میں ہے کہ حساب کے معنی صرف سزا نہیں بلکہ جزاء و سزا ہے فی الرد والقبول۔ (تفسیر رُوح البیان جلد ۴ صفحہ ۳۸۸)

اور

رُوح المعانی میں ہے

"انّما علیك البلٰغُ ای تبلیغ احکام ما انزلنا علیك وما تضمنہ من الوعد والوعید .... وعلینا الحسابُ .... انما علینا محاسبۃ اعمالھم السیّئۃ والمؤاخذۃ بھا دون جبرھم علی اتباعك او انزال ما اقترحوہ علیك من الاٰیاتِ۔" (جزء ۱۳ صفحہ ۱۴۲)

یہ کہتے ہیں انّما علیك البلٰغُ کے معنے ہیں کہ جو احکام ہم نے تجھ پر نازل کئے ہیں ان کو دُنیا کے انسانوں تک پہنچانا جس کے معنے ہیں کہ جو ان کو مان لیں اُن کے لئے بشارتیں بھی دی ہوئی ہیں قرآن کریم میں۔ ان بشارتوں کا پہنچانا اور قرآن کریم کی شریعت میں جو انذاری پیشگوئیاں ہیں، وعید ہیں، ان کا بھی کھول کر بیان کر دینا۔ اگر تم نہیں مانو گے تو انگریزی میں کہتے ہیں FACE کرنی پڑیں گی۔ یہ باتیں تمہارے سامنے آئیں گی، پھر اور اس کے تم ذمّہ دار ہو گے دُکھ اُٹھانے کے۔ وعلینا الحساب اس کے معنے ہیں انما علینا محاسبۃ اعمالھم السیّئۃ کہ ان کے بداعمال کا محاسبہ کرنا ہمارے ذمّہ ہے۔ اسی طرح ہمارے ذمّہ ہے المؤاخذۃ بھا کہ اس کی سزا ان کو دیں۔ محاسبہ کریں اور سزا دیں، یہ دو مفہوم بیان کئے اِس تفسیر والے نے، یہ ہمارا کام ہے دون جبرھم علی اتباعك اور ہم نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ

ہم اُن پر جبر نہیں کریں گے

کہ وہ تیری اِتّباع کریں یعنی وعلینا الحساب میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی جبر نہیں کرے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم رسول کی اِتّباع کریں۔ جبر نہیں کرے گا۔ جبر کے بعد تو جزاء و سزا کا سوال ہی نہیں رہتا۔ یہ جو ہے جبر یہ جزاء و سزا کی نفی ہے۔ پھر نہ جزاء ہے نہ سزا ہے۔ نہ پرند کو ملتی ہے کوئی جزاء نہ سزا، نہ کُتّوں کو، نہ اُونٹ کو، نہ گھوڑے کو، نہ کسی اور چیز کو، نہ پتھروں کو، نہ ہیروں کو، نہ جواہرات کو۔ یہ تو جہاں آزادیٔ ضمیر اور مذہبی آزادی ہے وہاں سوال پیدا ہوتا ہے عقلاً کہ انسان خود اپنی مرضی سے جو کام کرتا ہے جس کے متعلق خدا کا رسول کہتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں اچھا ہے تو اگر خدا کی نگاہ میں اچھا ہے تو خدا مجھے کیا صلہ دے گا، یا اگر خدا کی نگاہ میں بُرا ہے تو مجھے کس قسم کی عقوبت سے ڈرنا چاہیئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں بھی ان پر جبر نہیں کروں گا کہ تیرے اُوپر ایمان لائیں۔ ہاں محاسبہ کروں گا اور مؤاخذہ کروں گا۔ نیز مَیں یہ بھی نہیں کروں گا (انزال ما اقترحوہ علیك من الاٰیات) کہ جو اقتراحی معجزات تجھ سے مانگتے ہیں وہ مَیں تجھے دے دوں۔ خدا تو خدا ہے۔ وہ لوگوں کے کہنے پر نہ معجزہ دکھاتا ہے نہ لوگوں پر جبر کرنے کا اُس نے دستور بنایا ہے۔ یہ جو منصوبہ ہے بنی نوع انسان کی پیدائش اور خلق کا، اس منصوبہ کی

بُنیادی حقیقت آزادیٔ ضمیر اور مذہبی آزادی ہے

اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

کہ مَیں نے انسان کو اِس لئے بنایا کہ وہ اپنی کوشش سے میری صفات کا رنگ اپنی صفات میں بھرے۔ میرا عبد بنے۔ اگر اُس قسم کی مخلوق کو عبد کہا جائے جیسے مثلاً فرشتے ہیں۔

یفعلون ما یؤمرون

کہ خدا جو حکم دیتا ہے وہ کرتے ہیں تو یہ اِس آیت کے مفہوم کے خلاف ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ ہر حکم جو خدا کی طرف سے انہیں ملتا ہے اس پر وہ عمل کرتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہر حکم پر عمل بجا لانے کے نتیجہ میں اُن کو ایک ذرہ بھر بھی انعام نہیں ملتا۔ اطاعت اُن کی فطرت میں ہے۔ کس چیز کا انعام یا کس چیز کی سزا؟ جزاء اور سزا کا مفہوم ہی ایک کامل اور مکمل مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں۔

ایک خطبہ مَیں نے ۲۹ر دسمبر کو دیا تھا۔ اس میں دوسری آیات تھیں۔ ایک آج دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کریم میں اس کے علاوہ اَور آیات نہیں جن میں یہ مضمون بیان ہؤا ہو۔ قرآن کریم نے تو کہا ہے

نصرّف الأیات

ہم مضمون پھیر پھیر کے مختلف پہلوؤں سے تمہارے سامنے رکھتے ہیں تاکہ تمہیں سمجھ آجائے، عقل سے کام لینے کے قابل ہو جاؤ۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ دونوں خطبے مل کر کافی وضاحت کر دیں گے ایک عقلمند کے لئے کہ اسلامی تعلیم ہے کیا؟

یہ تعلیم ہے جس کے حُسن نے عرب کے دل کو جیتا تھا

وہ جو تیرہ سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ماننے والوں کو انتہائی ظلم کا نشانہ بنانے والے تھے، اُن کو جیتا۔ جبر نے جیتا تھا؟ کیا "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" کسی جبر کا اعلان تھا؟ یا پیار کا اور آزادی کا اعلان تھا! محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کہا کہ ـــــ "لا تثریب علیکم الیوم" تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ مَیں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ میرا کیا تعلق تمہارے ساتھ۔ تمہیں خدا جزاء دیتا ہے یا سزا دیتا ہے یہ اُس کا کام ہے۔ مَیں تم سے کوئی بدلہ نہیں لوں گا۔ اتنی تکلیفیں اُٹھائیں خود، ماننے والوں نے تکلیفیں اُٹھائیں سارا کچھ وہاں چھوڑ دیا۔ تو عجیب قوم تھی جن کے دل جیت لئے گئے تھے۔ مکہ فتح ہو گیا، ساری جائیدادیں اپنی جن کو چھوڑ کے گئے تھے اس طرح تھیں ان کی مٹھی میں۔ مگر ایک اینٹ کا بھی کلیم (CLAIM) نہیں کیا اور اسی طرح واپس چلے گئے، مہاجر۔

تو جبر سے نہیں ہؤا کرتیں یہ باتیں۔

نہ جبر اِسلام میں جائز ہے

قرآن کریم کھول کھول کے اِس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ اِس حسین تعلیم میں کسی انسان پر خدا تعالیٰ کی راہوں کو اختیار کرنے، نہ کرنے پر کوئی جبر نہیں ہے۔ جو شخص اُن راہوں کو اختیار کرے گا جن راہوں پر اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم نظر آئیں گے وہ وہیں پہنچے گا جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے یعنی اپنے پیدا کرنے والے ربّ کریم کی گود میں۔ اور جو شخص ان راہوں سے مُنہ پھیر لے گا اور شیطانی راہوں کو اختیار کرے گا جن سے خدا نے روکا ہے تو پھر نہ میرا کام ہے کہ اس پر گرفت کروں نہ کسی اَور کا کام ہے نہ جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے یہ فریضہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا۔ خدا نے کہا یہ میرا کام ہے، مَیں جو چاہوں گا کروں گا۔ جو تمہارا کام ہے وہ تم کرتے چلے جاؤ۔

خدا تعالیٰ ہمیں اِس بات کی توفیق دے

کہ جو ہمارا کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے کی حیثیت سے اِس زمانہ میں پیدا ہو کر ساری دُنیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیت لینے کا ہے ہم اس کام کو توجہ اور محنت اور بشاشت اور پیار اور محبت سے کرنے والے بنیں تاکہ جو ہمارا فرض ہے جب وہ ہم پُورا کر لیں اِس رنگ میں کہ خدا بھی سمجھے کہ ہم نے پُورا کر لیا تو خدا تعالیٰ کے عظیم انعامات اور برکات کے ہم وارث بنیں گے۔

جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

امراء کرام اور مربیان اصلاح و ارشاد مقامی حسبِ حالات ماہِ ربیع الاوّل میں اپنے اپنے علاقہ میں زیادہ سے زیادہ جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کریں اور رپورٹیں بھجوائیں۔ جزاکم اللہ

(نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقامی)

جماعت احمدیہ کی ۶۰ ویں مجلسِ مشاورت

جملہ امراء اضلاع جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں ضروری گذارش

جیسا کہ اخبار الفضل میں اعلان کیا جا چکا ہے امسال جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت انشاء اللہ تعالیٰ مورخہ ۳۰-۳۱ر مارچ اور یکم اپریل ۱۹۷۹ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ربوہ میں منعقد ہوگی۔

(۱) ایجنڈا کے لئے تجاویز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری کیلئے سیکرٹری مجلس مشاورت کے پاس پہنچنے کی آخری تاریخ ۲۰ر تبلیغ ۱۳۵۸ ہش/۲۰ر فروری ۱۹۷۹ء مقرر کی گئی ہے۔ تجاویز حسبِ قواعد جماعتوں کے اجلاسِ عام میں پیش ہو کر اور کثرتِ رائے کی منظوری سے مرکز میں آنی چاہئیں۔

(۲) نمائندگان مجلسِ مشاورت کے اسماء گرامی ۱ر مارچ/امان تک دفتر ہذا میں پہنچ جانے چاہئیں۔ امراء صاحبان اِس بات کا اہتمام فرماویں کہ نمائندگان کا انتخاب جماعتوں کے اجلاسِ عام میں اور حسبِ قواعد ہو۔

(۳) جملہ امراء اضلاع کی خدمت میں گذارش ہے کہ مجلس مشاورت ۱۹۷۹ء کیلئے ان کی طرف سے جن جماعتوں کو (مقررہ کوٹہ کے مطابق) نمائندگی کا حق دیا جا رہا ہے انکی اطلاعات یکم مارچ تک خاکسار کو بھجوا کر ممنون فرماویں۔

(سیکرٹری مجلس مشاورت)